ماہنامہ

المُرشِد

اپریل 2010ء

قد افلح من تزکی وذکر اسم ربہ فصلی

وہ فلاح پا گیا جس نے تزکیہ کر لیا اور اپنے رب کے نام کا ذکر کیا پھر نماز کا پابند ہو گیا۔

اللہ
رسول
محمد

اَکْثِرُوْا ذِکْرَاللہِ حَتّٰی یَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ

اللہ کا ذکر اس کثرت سے کرو کہ لوگ کہنے لگیں کہ دیوانہ ہو گیا ہے

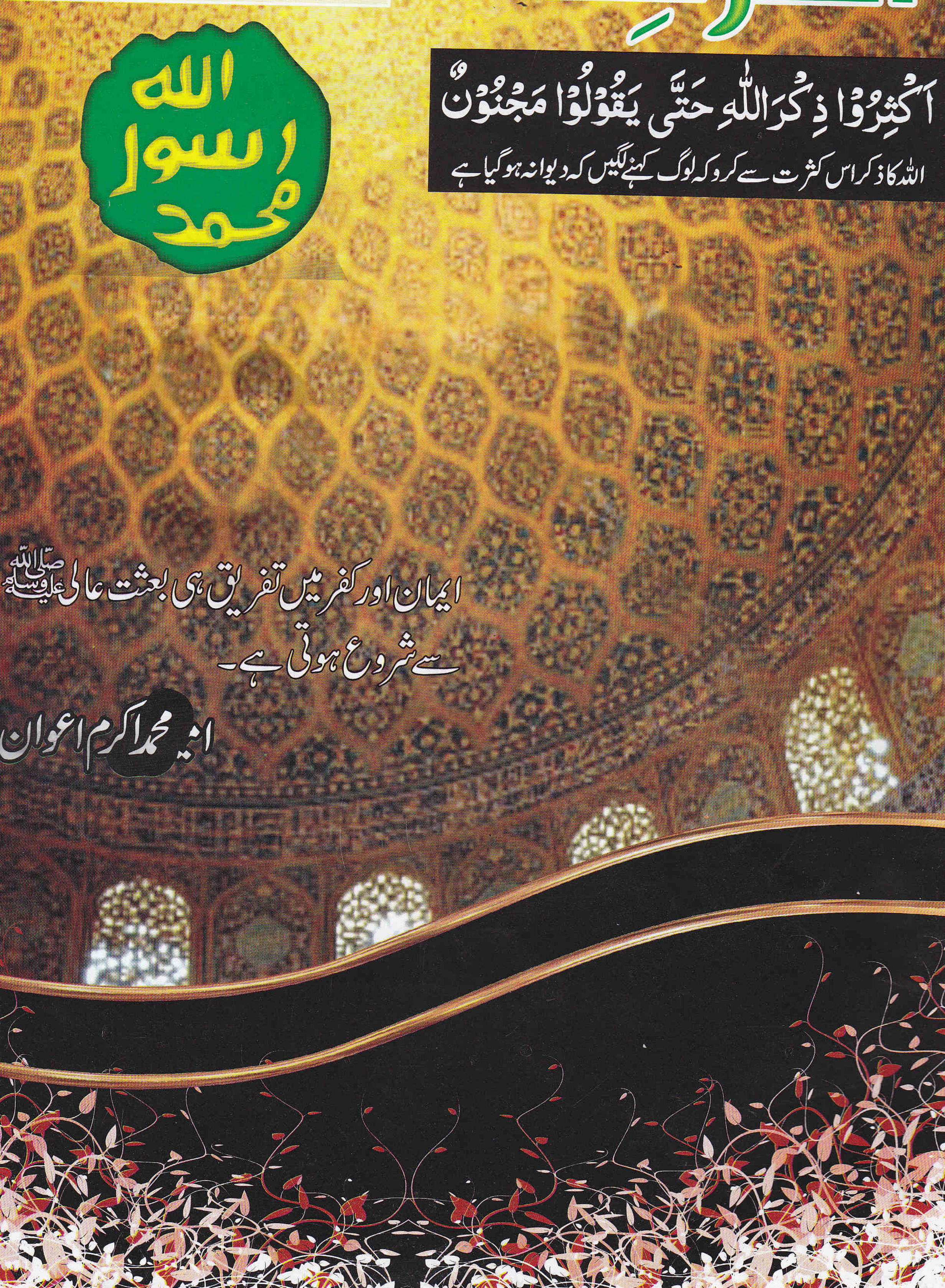

ایمان اور کفر میں تفریق ہی بعثت عالی ﷺ سے شروع ہوتی ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

"قرآن حکیم کو اس نیت سے پڑھو کہ میرا پروردگار مجھ سے باتیں کر رہا ہے"۔

اچھوتے انداز اور منفرد طرز تحریر کی حامل

تفسیر قرآن حکیم اسرار التنزیل سے اقتباس

ہدایت اور نور

ہم نے انہیں تورات سے نوازا تھا اور تورات بھی اللہ کی طرف سے نازل شدہ کتاب تھی۔ جس میں دونوں کمال موجود تھے ہدایت بھی اور نور بھی۔ ہدایت سے مراد زندگی گزارنے کا وہ طریقہ ہے جو اللہ کریم کا پسندیدہ ہو اور جس کا اس نے حکم دیا ہے۔ نور اور روشنی بظاہر تو اس کا بھی وہی معنی بنتا ہے مگر حق یہ ہے کہ اس سے مراد کیفیات اور برکات ہیں جو کتاب کے ہر ہر لفظ میں موجود تو ہوتی ہیں مگر جس طرح معانی کے لئے ہم صاحب کتاب کے محتاج ہیں اسی طرح نور کے حاصل کرنے کی ضرورت بھی ہے اس سے جو خلوص قلبی اور جو قرب الٰہی نصیب ہوتا ہے وہ اس کے بغیر ممکن نہیں ہوتا جس کو یہ کیفیات نصیب ہوتی ہیں اس کے اور اس آدمی کے جس کو کیفیات نصیب نہیں ہوتیں عمل میں بھی فرق ہوتا ہے جیسا کہ ایک حدیث شریف کا مفہوم ہے کہ صحابی نے اگر ایک مٹھی جو خیرات کئے ہوں اور بعد میں آنے والا اُحد پہاڑ کے برابر سونا خیرات کرے اس کے ثواب کو نہیں پا سکتا۔ اس لئے صحابی کہتے ہی اسے ہیں جسے فیض محبت رسول صلی اللہ علیہ وسلم نصیب ہوا ہو۔ اور اس کی ہدایت اس کا ایمان بہت زیادہ مضبوط اور خشوع و خضوع میں اس کی منزل بہت زیادہ بلند ہوگئی ہو۔ دیانت و امانت اور نیک اوصاف میں مثالی مسلمان کا درجہ نصیب ہوا ہو نیز یہ کمال صرف محبت سے حاصل ہوتا ہے جس طرح تعلیمات زبان مبارک سے نقل ہو کر الفاظ کے سانچے میں ڈھل کر زبانوں سے آگے منتقل ہوتی ہیں اسی طرح برکات اور نور یا کیفیات قلب اطہر سے منعکس ہو کر قلوب کو پہنچیں پھر جو ان کی صحبت میں بیٹھے خلوص نیت اور حصول فیض کے لئے انہیں نصیب ہوا یہی طریقہ اس نعمت کے منتقل ہونے کا ہے نجات کے لئے تو تعلیمات کا اقرار اور دل سے فقط یقین اور عمل کی ضرورت ہے مگر مقامات قرب کو پانے کے لئے اس نور اور کیفیات کی ضرورت ہے جو ہر اس کتاب کی خصوصیت ہے جو اللہ کی طرف سے نازل ہوتی ہے۔

وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا

سرورِ کائنات صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت وہ جزوِ ایمان ہے جس کے بغیر صوم وصلوٰۃ، حج وعمرہ، جہاد وشہادت، کسی بھی عمل کی کوئی وقعت نہیں۔ مومن کے دل سے اس محبت کو کھرچنے کے لئے شیطان نے ہزاروں جال بچھائے، ایمان بالرسالت پر جھوٹے مدعیان نبوت کے ذریعہ براہ راست حملہ آور ہوا۔ بطور اساس دین سنن نبوی علیہ الصلوٰۃ والسلام کی حیثیت کو مجروح کرنے کے لئے صحت احادیث کو تشکیک کا نشانہ بنایا، حیاتِ قلبی کو سلب کرنے کے لئے برکات نبوی صلی اللہ علیہ وسلم سے انکار کی روش ایجاد کی لیکن جس دل میں محبوبِ کامل واکمل صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت جلوہ افروز ہو، اس پر یہ شیطانی حربے کارگر نہ ہو سکے۔

ہوشیار کہ شیطان نے اب محبت ہی کے نام کو بطور حربہ استعمال کرتے ہوئے عشق نبوی صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعیان کو باہم دست وگریبان کرنے کی کوشش کی ہے۔ اس کا طریقہ واردات یہ ہے کہ محبت کے مفہوم میں الجھاؤ پیدا کردو اور اس کے تقاضوں سے قرینہ ادب کو نکال دو۔ عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم تو وہ تریاق تھا جس نے عرب قبائل میں صدیوں کی جنگ وجدل کو صلح وآشتی میں بدل دیا تھا لیکن اب محبت کے نام پر گولیوں کی بوچھاڑ، گھر جلا دیئے جائیں اور قرآن وحدیث کے وفاتر خاکستر ہوں! شاید محبت کا مفہوم بدل دیا گیا ہے کہیں ہم افراط وتفریط کا شکار تو نہیں ہو چکے؟ کیا اس طرزِ عمل کی کوئی نسبت اس محبت سے بھی ہو سکتی ہے، جس نے ایک دوسرے کے جانی دشمنوں کو باہم شیر وشکر کر دیا اِذْ کُنْتُمْ اَعْدَآءً فَاَلَّفَ بَیْنَ قُلُوْبِکُمْ۔ تم آپس میں دشمن تھے، اس نے تمہارے دلوں میں محبت پیدا کر دی۔

دونوں مکاتبِ فکر عشق مصطفیٰ صلی اللہ علیہ وسلم کے مدعی ہیں۔ ربیع الاول میں سجائی جانے والی دونوں کی محافل میں بارگاہ نبوی صلی اللہ علیہ وسلم میں گلہائے عقیدت نچھاور کیئے گئے، دل حضور صلی اللہ علیہ وسلم کی محبت میں سرشار اور نگاہیں اشک بار نظر آئیں لیکن یہ کیا ہوا کہ فیصل آباد اور ڈیرہ اسماعیل خان میں ایک دوسرے کی جان اور چار دیواری کا تقدس پامال ہوا۔ اب کراچی میں علم کی شمعیں گل کر دی گئیں۔ باہم مقاتلے کی یہ سازش درآمد شدہ نظر آتی ہے۔ اس تلبیس ابلیس سے آگاہی وقت کی اہم ضرورت ہے۔ کیا ہم جانتے ہیں کہ اس تفرقہ بازی سے کس ہستی کا دل دکھا ہوگا؟

حضور صلی اللہ علیہ وسلم تو پوری امت کو باہم شیر وشکر دیکھنا چاہتے ہیں۔ پھر یہ افتراق، نفرتیں، عداوتیں! انہیں محبتوں میں بدل ڈالو۔ وَاعْتَصِمُوْا بِحَبْلِ اللّٰہِ جَمِیْعًا وَّلَا تَفَرَّقُوْا۔ تم سب مل کر اللہ کی رسی کو مضبوطی سے تھام لو اور آپس میں تفرقہ نہ ڈالو۔

ابوالاحمدین

کلامِ شیخ

سیماب اویسی

امیر محمد اکرم اعوان' سیماب اویسی کے قلمی نام سے شاعری کرتے ہیں۔ آپ کے کلام کے مندرجہ ذیل مجموعے شائع ہو چکے ہیں۔

گردِ سفر

نشانِ منزل

کون سی ایسی بات ہوئی ہے

سوچ سمندر

متاعِ فقیر

آس جزیرہ

دیدہ تر

آپ کی شاعری کیا ہے؟

اس بارے میں ڈاکٹر جمیل نیازی لکھتے ہیں۔

میں ان کی شاعری کے لیے تنقیدی بات کیا کہوں مجھے وہ صرف شاعر کی حیثیت میں دکھائی نہیں دیتے۔ یہ تو ذوق وشوق اور جوش وخروش کی بے نیازی ہے جو نت نئے اظہار کے لیے کوئی نہ کوئی قرینہ اختیار کرتی رہتی ہے۔ طوفانوں سے آشنائی رکھتے ہوئی دریا میں موجیں بے قابو بھی ہوتی ہیں۔ اکرم صاحب نے علمی وادبی، تخلیقی وتہذیبی، دینی ودنیاوی حوالے سے کسی لہر کو بے مہار نہیں ہونے دیا۔ شاعری آسانی سے اور پوری طرح مغلوب نہیں ہوتی۔ اکرم صاحب کی شاعری سیل وفا کی یلغار نہیں۔ بپھرتے ہوئے پانیوں کو کناروں میں رکھنا کسی بے کنار جذبوں والے آدمی کا کام ہے۔ شاعری میں ضابطے دھرے کے دھرے رہ جاتے ہیں۔ اس لیے یہ پیغمبروں کا شعار نہیں رہا اور شاعری کو شیوۂ پیغمبری بھی کہا گیا ہے۔ اس کے آگے کچھ کہنے کے لیے جس احتیاط کی ضرورت ہے مجھ سے اس کا پورا اہتمام نہیں ہو سکے گا۔ بات کہنے کے لئے احتیاط چاہیے تو سننے کے لیے بھی اتنی ہی احتیاط کی ضرورت ہے۔

شاعری جزو ایست از پیغمبری

اکرصاحب سے بڑھ کر پیغمبروں والا کام کون کر رہا ہے۔ کاش ہمارا زمانہ انہیں سچی طرح پہچاب لے تو زندگی کچھ اور زندگی بن جائے۔

نعت

آپ نے انسان کو پہچان دی
اس کی اپنی ذات ، اپنی جان کی
تھا بشر سب کچھ وہ تابندہ نہ تھا
کھاتا پیتا تھا مگر زندہ نہ تھا
تھیں کھلی آنکھیں مگر بینا نہ تھا
حال سے اپنے ہی جب بیگانہ تھا
کون رب؟ کیسا خدا؟ کیسا اللہ؟
ان حقائق کو نہیں تھا جانتا
تھا وہ قاتل اور جفا جو' کینہ ور
سنگ کیا آہن تھا پہلو میں سجا
ہر طرف تھے عام بس جور و جفا
کفر چھایا تھا جہاں پر چار سو
آب سے ارزاں تھا انساں کا لہو
آپ سورج جس سے نکلا دن نیا
مٹ گئے دنیا سے سب جور وجفا
کفر کی تاریکیاں رخصت ہوئیں

(بقیہ نعت اگلے شمارے میں ملاحظہ فرمائیں)

اقوالِ شیخ

☆ قرآن حکیم کا یہ اعجاز ہے کہ دو عالم کے حقائق چند حروف میں آشکار کر دیتا ہے اور ہر آیت اپنے طور پر پوری انسانیت کی رہنمائی کے لئے کافی ہے۔ یہ تیس سپارے جو 6666 آیات ہیں۔ یہ محض اللہ کا احسان ہے کہ اس نے نوع انسان کو اپنے کلام سے نوازا۔

☆ پیر کے پاس وہ دولت ملتی ہے جو دنیا میں نایاب ہے اور وہ یہ ہے کہ ایمان باللہ، اللہ پر یقین، محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم پر وہ یقین جو ہمیں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی غلامی پر مجبور کر دے۔

☆ میرے بھائی محنت کرو، مجاہدہ کرو، اسی سارے مجاہدے، اس ساری محنت کا حاصل وہ یقین محکم ہے جو غیر متزلزل یقین ہے جو ہماری اتباع رسالت صلی اللہ علیہ وسلم پر کار بند ہے۔

☆ جب دعوی ہو محبت الٰہیہ کا تو یقیناً یہ اصول وہاں بھی کارفرما ہوگا اور اس طرح سے ہوگا کہ محبت کا مدعی وہ کام کرے جس کے کرنیکا اللہ کریم حکم دیں۔ محبت کے مدعی کو وہ بات پسند ہو جو اس کے محبوب کو یعنی ذات باری کو پسند ہو اور ہر شئے سے اسے نفرت ہو جائے جو اللہ شانہٗ کے نزدیک ناپسندیدہ ہے۔

☆ محبت کے لئے معرفت شرط ہے۔ پہچان شرط ہے جب تک اسے معرفت رسول صلی اللہ علیہ وسلم حاصل نہیں ہوگی۔ جب تک وہ عظمت رسول صلی اللہ علیہ وسلم سے آشنا نہیں ہوگا محبت نہیں کر سکے گا اور محبت نہیں ہوگی تو اتباع نہیں ہوگی۔ اتباع نہیں کرے گا تو تباہ ہو جائے گا۔

☆ ہر چیز کی پہچان اس کے نتائج سے ہوتی ہے جس طرح ہر درخت کی پہچان اس کے پھل سے ہوتی ہے اسی طرح انسانی عقائد ونظریات کی پہچان اس کے کردار سے ہوتی ہے۔

☆ بقائے عالم کا سبب یہ ذکر الٰہی ہے یہ صرف ایک فرد، ایک بندے کو قائم نہیں رکھتا جو ذاکر ہے بلکہ یہ اس کائنات کی بقا کا سبب ہے۔

حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا "میں تمہیں حکم دیتا ہوں کہ اللہ کو کثرت سے یاد کیا کرو، اس کی مثال ایسی ہے کہ آدمی کے تعاقب میں دشمن تیزی سے آرہا ہو اور وہ آدمی اسے سے بچنے کے لئے قلعہ میں پناہ گزین ہو جائے اسی طرح شیطان کے حملے سے بچنے کی صرف ایک صورت اور وہ اللہ کا ذکر ہے"۔ (الحدیث)

طریقہ ذکر

سلسلہ عالیہ نقشبندیہ اویسیہ

مکمل یکسوئی اور توجہ کے ساتھ ہر سانس کی آمد و رفت پر اس طرح گرفت ہو کہ ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ قلب پر لگے۔ دوسرے لطیفے کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ دوسرے لطیفے پر لگے۔ اسی طرح تیسرے چوتھے اور پانچویں لطیفہ کو کرتے وقت ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ اس لطیفہ پر لگے جو کیا جا رہا ہو۔

چھٹے لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پیشانی سے نکلے۔

ساتویں لطیفہ کو کرنے کا طریقہ

ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" دل کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کا شعلہ پورے بدن کے ایک ایک مسام اور خلیہ سے باہر نکلے۔

ساتویں لطیفہ کے بعد پھر پہلا لطیفہ کہا جاتا ہے جس کا طریقہ سب سے پہلے بیان ہوا ہے۔ ذکر کے دوران سانس تیزی اور قوت سے لیا جائے اور ساتھ ہی جسم کی حرکت جو سانس کے تیز عمل کے ساتھ خود بخود شروع ہو جاتی ہے۔ پورا خیال رہے کہ کوئی سانس اللہ کے ذکر سے خالی نہ ہو۔ توجہ قلب پر مرکوز اور ذکر کا تسلسل ٹوٹنے نہ پائے۔

رابطہ: ساتوں لطائف کے بعد رابطہ کیا جاتا ہے جس کا طریقہ یہ ہے۔ ساتویں لطیفہ کے بعد پہلا لطیفہ کیا جاتا ہے اور پھر رابطہ کے لئے سانس کی رفتار کو طبعی انداز پر لا کر ہر داخل ہونے والی سانس کے ساتھ اسم ذات "اللہ" قلب کی گہرائیوں میں اترتا چلا جائے اور ہر خارج ہونے والی سانس کے ساتھ "ھُو" کی چوٹ عرش عظیم سے جا ٹکرائے۔

بعثت رحمت عالم اور آداب رسالت

ماہانہ اجتماع 7 مارچ 2010ء بمقام دارالعرفان منارہ، چکوال

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا مِّنْ اَنْفُسِهِمْ يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ وَ يُزَكِّيْهِمْ وَ يُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ وَ الْحِكْمَةَ ۚ وَ اِنْ كَانُوْا مِنْ قَبْلُ لَفِيْ ضَلٰلٍ مُّبِيْنٍ ﴿۱۶۴﴾

(سورۃ الاعمران آیت نمبر 164)

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَا اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ

مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَائِمًا اَبَدًا

عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

احباب گرامی مجھے اس بات پر بہت خوشی ہے الحمدللہ کہ بہت سے حضرات علمائے کرام یہاں تشریف رکھتے ہیں اور احباب کو بھی جنہیں اللہ کریم نے یہ سعادت بخشی اور اس کی توفیق بخشی یہاں تشریف فرما ہیں۔ آج کے دور کو کہا جاتا ہے کہ بہت تحقیق وتدقیق اور ذرائع ابلاغ کا دور ہے اور یہ بھی کہا جاتا ہے کہ یہ دلائل اور Logic کا دور ہے۔ ہر بات دلیل سے سمجھی اور سنی جاتی ہے عام آدمی بھی بات دلیل مانگتا ہے۔ حضرات گرامی! باوجود ان تمام کمالات علمی موشگافیوں اور دلائل کے اس دور کی ایک مصیبت یہ ہے کہ جو بات کی جاتی ہے اسے کسی نہ کسی مکتبہ فکر کے رنگ میں دیکھا جاتا ہے۔ کسی نقطہ نظر کی ترجمانی سمجھی جاتی ہے میں آپ سے عرض کروں کہ میں اللہ کے گھر میں باوضو، حضور اکرم صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم کے ممبر پر بیٹھا ہوں۔ میں کسی فرقے، کسی نقطہ نظر کسی مکتبہ خیال یا مکتبہ فکر کی بات نہیں کرنا چاہتا۔ میں نہ کسی کی تردید یا تائید کرنا چاہتا ہوں۔ اللہ کے حضور جو حق ہے۔ جو حق سمجھتا ہوں وہ آپ تک پہنچانا چاہتا ہوں۔ اللہ مجھے بھی حق سمجھنے، حق کہنے، حق پر عمل کرنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اور آپ سب کو بھی۔ اگر ہم دلائل پہ آئیں تو یہ ماہِ مبارک ربیع الاول آقائے تاجدار حضرت محمد صلی اللہ وآلہ وسلم کے اس دنیا میں قبول ہونے کا کامیاب مہینہ ہے آپ اس ماہِ مبارک میں اس عالم آب وگلِ میں جلوہ افروز ہوئے۔ ارواح وجودوں سے پہلے موجود تھیں۔ اور ارواح عالم امر سے ہیں۔ فرمایا قُلِ الرُّوْحُ مِنْ اَمْرِ رَبِّیْ (سورۃ بنی اسرائیل آیت نمبر 85) کہ تم اسے سمجھ نہیں سکتے کہ عالم امر سے روح کو کیسے بیایا گیا یہ انسانی شعور سے بالاتر بات ہے۔ جب روحیں بنیں تب سے نبیؑ نبیؑ تھے، رسولؑ رسولؑ تھے۔ امام الانبیاء صلی اللہ علیہ وآسلہ وسلم امام الانبیاء تھے اور آپ کا ارشاد موجود ہے کہ کنت نبی وآدم بین الماء والطین۔ او کما قال رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم۔ کہ میں اس وقت بھی نبی صلی اللہ علیہ وسلم تھا جب آدم علیہ السلام کا گارا گوندھا جا رہا تھا۔ سارے نبیؑ ازل سے نبیؑ ہیں۔ دنیا میں پیدا

بحیثیت نبیؑ ہوتے ہیں۔ برزخ میں نبیؑ رہتے ہیں۔ میدان حشر میں نبیؑ ہونگے۔ جنت میں بھی تختِ نبوت پہ جلوہ افروز ہوں گے۔ نبیؑ نبیؑ ہی ہوں گے۔ نبوت وہبی صفت ہے۔ اللہ سے عطا ہوتی ہے۔ اور ہمیشہ کے لیے عطا ہوتی ہے۔ نبیؑ محنت مزدوری سے، محنت مجاہدے سے اور پڑھنے پڑھانے سے نہیں بنتے۔ نبیؑ بنے بنائے آتے ہیں۔ اور ہمیشہ نبیؑ ہی رہتے ہیں۔ اب یہ اس کا اپنا نظام ہے کہ حضور اس زمانے سے نبیؑ تھے پھر اللہ کریم نے کیا اہتمام فرمایا۔ قرآن کریم ہمیں بتایا ہے کہ تمام نبیوں سے اللہ کریم نے عہد لیا۔ تمام ارواحِ انسانی سے بھی عہد لیا۔ اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ ہم کتابوں میں پڑھتے رہے کہ ارواح کو سب کو یکجا حاضر کیا گیا۔ لیکن اپنی تحقیق کے مطابق جو میں سمجھ سکا ہوں وہ یہ ہے کہ ایک انسانی وجود کا بنیادی خلیہ ہوتا ہے۔ جس سے باقی خلیے بن کر انسانی وجود بنتا ہے اور یہی وہ خلیہ ہے کہ مرنے کے بعد کوئی جل جائے کوئی خاکستر ہو جائے کسی کو درندے کھا جائیں۔ کہیں چلا جائے۔ اس خلیے کے ساتھ روح کا ربط رہتا ہے۔ اور اس خلیے کا ربط ہر اس خلیے سے ہوتا ہے جو کبھی اس وجود کا حصہ رہا ہو۔ تو یوں وجود کہیں بھی بکھر جائے۔ روح کا تعلق اور ربط اس کے ساتھ رہتا ہے۔ اگر روح آخرت میں نجات یافتہ ہے تو وہ راحت، ہر اس خلیے کو، ہر اس ذرے کو پہنچتی ہے اور اگر روح خدانخواستہ گرفتار عذاب ہے تو اس کی اذیت بھی ہر خلیے تک پہنچتی ہے۔ خواہ وہ کسی شکل میں چلا گیا ہو۔ تو وہ قادر ہے کہ اس نے صرف روحیں جمع نہیں کیں بلکہ تمام انسانوں کے وہ خلیے، تمام انسانوں کے وجود بھی جمع کئے، مع الارواح، یہ بڑی عجیب بات ہے یہ جنہیں حیرت ہوتی ہے نا کہ حشر کو اتنی مخلوق کہاں آئے گی۔ یہ ساری مخلوق جس کو دنیا میں آنا تھا ایک دفع پہلے اس کی بارگاہ میں جمع ہو چکی ہے۔ اور ان سب پر یہ سوال کیا گیا، اَلَسْتُ بِرَبِّكُمْ (سورۃ الاعراف آیت نمبر 172) کہا میں تمہارا پروردگار نہیں ہوں۔ قَالُوْا بَلٰی سب نے کہا بے شک، فرمایا اب اس بات کو یاد رکھنا، دنیا میں جا کر بھول نہ جانا۔ جہاں اپنی عظمت کا اپنی ربوبیت کا عہد کیا۔ وہاں تمام انبیاء سے الگ عہد لیا گیا۔ کہا آپ میں سے جو بھی جب بھی دنیا میں تشریف لے جائے گا۔ وہاں میری توحید اور اپنی نبوت کا تذکرہ کرے گا۔ آخرت عقائد اور اعمال کی بات کرے گا۔ عذاب وثواب سے آگاہ کرے گا۔ قوم کی راہنمائی کرے گا۔ وہاں یہ بنیادی بات اپنی امت کو بتائے گا کہ آنے والا نبی محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وآلہ وسلم جب بھی تشریف لائے اس پر ایمان بھی لانا ہے۔ اور اس کی خدمت عالیٰ میں اپنی جان ومال بھی پیش کرنا ہے۔ انبیاء تشریف لاتے رہے۔ اپنے اپنے حصے کا کام بخوبی انجام دیتے رہے۔ آپ انبیاء کے حالات پڑھیں۔ کچھ کا تذکرہ قرآن کریم نے فرمایا ہے۔ اکثر کا ذکر خیر نہیں فرمایا۔ کیونکہ قرآن حکیم تاریخ کی کتاب نہیں ہے۔ ضروری باتیں ارشاد فرمایا ہے تو ان کی حیات مبارکہ میں ہمیں بڑے بڑے عظیم انقلاب نظر آتے ہیں۔ بے شمار مصائب کے پہاڑ نظر آتے ہیں۔ انسانوں اور شیطانوں کی طرف سے ان کو روکنے کی بے شمار تدابیر اور بے شمار تکالیف، مصائب اور مقابلہ، لیکن انبیاء استقامت کا پہاڑ اور اپنی جگہ پر کھڑے، حق بیان کرتے اپنے وقت پر دنیا سے تشریف لے جاتے ہیں۔ یہ رزم گاہ عالم آباد رہی انبیاء تشریف لاتے رہے اپنی قوموں کی طرف مخصوص علاقوں میں مبعوث ہوئے۔ مخصوص وقت کے لیے مبعوث ہوئے۔ انسانیت کا بچپن تھا آدم علیہ السلام کا زمانہ، شیث علیہ السلام کا زمانہ لڑکپن تھا۔ نوح علیہ السلام کا زمانہ انسانیت کی نوخیزی تھی، انسانیت پروان چڑھتی رہی۔ انبیاء تشریف لاتے رہے۔ حتیٰ کہ عالم انسانیت اپنے کمال کو اپنی بلوغت کو پہنچا۔ تو پھر امام الانبیاء حضرت محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ جو بیک وقت ساری انسانیت کے لیے اور سارے زمانوں کے لیے نبیؐ مبعوث ہوئے۔ نبیؑ کے تشریف لانے اور اس کے مبعوث ہونے میں فاصلہ ہے۔ موسیٰ علیہ السلام تشریف لائے دنیا میں فرعون کو نجومیوں نے

بتایا کہ بنی اسرائیل میں ایک بچہ پیدا ہوگا۔ تیری سلطنت الٹ دے گا۔ فرعون نے کہا یہ کیا بات ہوئی۔ اسرائیلیوں کا جو بچہ پیدا ہو قتل کردیا جائے۔ جو بچہ پیدا ہوتا قتل کرادیا جاتا۔ پھر قبطیوں نے ہی بادشاہ سے کہا کہ جناب ان کے تو سارے پیدا ہونے والے بچے قتل ہورہے ہیں۔ ان کا کوئی مرد باقی نہیں رہے گا۔ تو ہمارے کام کون کرے گا۔ یہی تو ہماری ساری خدمت کرتے ہیں۔ ہماری مزدوری کرتے ہیں۔ مکان بناتے ہیں۔ کھیت میں ہل چلاتے ہیں۔ کام تو سارا یہ کرتے ہیں تو یہ تو رہیں گے نہیں اس نے کہا، اچھا ایک سال جو پیدا ہو وہ قتل کردیئے جائیں۔ ایک سال جو پیدا ہوا انہیں چھوڑ دیا جائے۔ ہارونؑ اس سال پیدا ہوئے جس سال بچے قتل نہیں کئے جاتے تھے۔ لیکن وہ ایسا قادر ہے کہ موسیٰؑ کو اس سال میں پیدا فرمایا جس سال بچے قتل کئے جاتے تھے میں پھر اس لمبے قصے میں نہیں جانا چاہتا وہ ایسا قادر ہے کہ انہیں فرعون کے محل میں پہنچادیا پیدا ہوتے ہی دوسرے تیسرے دن فرعون کے پاس تھے۔ کہ اس کی پرورش میں یہیں کروں گا۔ جسے تو روکنا چاہتا ہے اور قرآن کریم فرماتا ہے کہ ہم نے موسیٰؑ کی والدہ کو حکم دیا کہ اسے دریا میں ڈال دو نکال لے گا اسے۔ فکر نہ کرو۔ اسے وہ نکالے گا جو میرا بھی دشمن ہے۔ اور اس کا بھی دشمن ہے اور میں اس سے اس کی پرورش کا کام لوں گا۔ لیکن کیا جب حضرت موسیٰؑ دریا میں ڈالے گئے تو کسی انقلاب کی بنیاد پڑی کیا جب فرعون نے نکال لیا تو کسی انقلاب کی بنیاد پڑی۔ کیا ان کے لڑکپن بچپن میں ان کے مصر چلے جانے سے کسی انقلاب کی بنیاد پڑی۔ نہیں یہ کچھ نہیں ہوا۔ جب مدین سے واپس آرہے تھے۔ حضرت شعیبؑ کے پاس سے جب واپس تشریف لارہے تھے تو راستے میں جب طور پر لقائے الٰہی ہوا اور نبوت عطا ہوئی اور بنی مبعوث ہوئے اور حکم ہوا کہ اب جاؤ فرعون کے پاس اور اس سے بات کرو۔ بات وہاں سے شروع ہوتی ہے۔ حق و باطل کا سارا معاملہ اور رزم گاہ حق و باطل کا سارا معاملہ اور رزم گاہ حق و باطل جو شروع ہوتی ہے تو وہ ان کی بعثت سے اور طور سے نکل کر فرعون کے پاس جب جاتے ہیں تب شروع ہوتی ہے۔ پیدا ہوئے تو فرعون کے گھر میں پرورش پاتے رہے نہ فرعون کو کوئی تکلیف تھی نہ موسیٰؑ کو، نہ کوئی حق و باطل کی بات تھی، نہ کوئی ثواب عذاب کی بات تھی۔ نہ کوئی گناہ و ثواب کی بات تھی۔ لیکن جس لمحے مبعوث ہوئے اسی لمحے حق و باطل کا مقابلہ شروع ہوگیا۔ جس نے مانا وہ مومن کہلایا جس نے نہیں مانا وہ کافر کہلایا۔ اسی طرح تمام انبیاءؑ کو دیکھ لیں، حضور اکرم ﷺ وہ عظیم ہستی تھی کہ جس کی بعثت کی خاطر کم و بیش ایک لاکھ چوبیس ہزار انبیاءؑ نے اس عالم آب و گل میں ایک سٹیج تیار کیا اور سب سے آخر میں وہ ہستی تشریف لائی جو مقصود کائنات تھی اور جن نے پوری کائنات کو اس انقلاب سے آشنا کردیا جو ابھی تک الحمدللہ کفر کو للکار رہا ہے اور قیامت تک للکارتا رہے گا۔ سوا چودہ سو سال بیت گئے۔ سوا چودہ صدیاں بیت گئیں۔ مرورِ زمانہ نہ اس انقلاب کی آواز کو کم کرسکا نہ ہی اس کی انقلاب آفرینی میں کمی آسکی ابھی بھی کفر لرزہ براندم ہے کہ ہمارے لئے خطرہ ہے تو یہ ہے کہ لاالہ الااللہ محمد رسول اللہ تو جب اتنی بڑی ہستی آپ ﷺ کا تولد مبارک ہوا تو بے شمار انقلاب آئے نور ظاہر ہوا، برکات کا ظہور ہوا، اجتماعی عذابات اٹھ گئے، قومیں بگڑ جاتی تھیں، چہرے مسخ ہوجاتے تھے، بندر اور سور بن جاتے تھے، ہلاک ہوجاتے تھے، قومیں غرق ہوجاتی تھیں، آسمانوں سے آگ برسا کرتی تھی، ہوائیں اٹھا کر پٹخ دیتی تھیں، زمین میں غرق ہوجاتے تھے لیکن اجتماعی عذاب عالم کفر سے بھی موقوف ہوگئے۔ چہرے مسخ ہونے ختم ہوگئے۔ دنیاوی برکات کا بے پناہ ظہور ہوا جہاں حضور اکرم ﷺ تشریف لے جاتے وہاں دنیاوی چیزوں میں بے پناہ برکت ہوتی۔ مائی حلیمہ جب بچے لینے جارہی تھیں ان کی سانڈنی سب سے کمزور تھی اور وہ غریب تھیں تو سب سے پیچھے رہ جاتی تھیں۔ گھستی پٹتی آرہی تھیں لیکن وہی دبلی سانڈنی جب آپ کو لے کر واپس جارہی

تھی تو اتنی برق رفتار ہوگئی کہ قافلے کی کوئی سانڈنی اس سے مل نہیں سکی تھی ان کے ریوڑ میں برکت ہوگئی۔ ساری بکریاں دودھ دینے لگ گئیں، مال میں برکت ہوگئی، پھر کسریٰ کے محل کے کنگرے گر گئے، بے شمار برکات کا ظہور رہا۔ لیکن ان ساری برکات کو آپ گنتے جائیں تو ان میں توحید، کفر یا شرک کی کوئی بات نہیں اور مومن و کافر کی بھی تمیز نہیں۔ یہ بات کافر کو بھی نصیب ہوئی جنہیں دین کی خبر ہی نہ تھی انہیں بھی یہ برکات نصیب ہوئیں۔ عذاب الٰہی سے تو مشرک، بت پرست بھی بچ گئے۔ لہٰذا ولادت باسعادت سے قدسیوں، عرشیوں اور فرشیوں کو بھی فائدہ ہوا لیکن اللہ کریم اسے شمار نہیں فرماتے یہ تو ہونا ہی تھا۔ بات جب اللہ کریم سے پوچھی جائے تو اللہ کریم فرماتے ہیں لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ بات ہوتی ہے محمد رسول اللہ ﷺ کی۔ بات ہوتی ہے آخر الزماں ﷺ کی۔ رحمت اللعالمین ﷺ کی۔ بات ارشاد فرماتا ہے۔ اللہ کریم ہر ذی روح نباتات، جمادات، مخلوق کے ہر ذرے پر اس کے بے شمار احسانات ہیں۔ عرش ہے یا فرش۔ خاک ہے یا نور، ہر چیز کو وجود اس کا عطا کردہ ہے اور اس کی بقا بھی اس کی عطا کردہ ہے اور سارے وسائل اس کے دیئے ہوئے ہیں۔ ہر شئے اس کے آسرے پہ قائم ہے۔ اس کے قائم رکھنے سے قائم ہے۔ اس کے احسانات کا شمار نہیں ہوسکتا لیکن جب وہ خود شمار کرتا ہے تو کہتا ہے کہ احسان تو میں نے کیا ہے اپنے ایمان دار بندوں پر۔ یوں تو بے پناہ احسانات ہیں ساری مخلوق پر لیکن میرا بہت بڑا اور سب سے نمایاں احسان جس کی ہر ایک کو خبر ہونی چاہیے۔ جس کو خود وہ شمار فرما رہا ہے، فرمایا میں نے احسان فرمایا مومنین پر، جب میں نے محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث فرمایا کیونکہ ایمان اور کفر میں تفریق ہی بعثت عالی سے شروع ہوتی ہے، ولادت باسعادت سے نہیں۔ پھر آگے اس کی خود شرح فرمائی کہ دیکھو کتنا بڑا احسان تھا کہ مبعوث ہونے والی ہستی ﷺ نے يَتْلُوْا عَلَيْهِمْ اٰيٰتِهٖ بندوں کو اللہ کی باتیں بتانا شروع کردیں کہ اللہ یہ فرماتا ہے۔ اللہ تمہیں یہ کہہ رہا ہے اللہ تم سے یہ مطالبہ کررہا ہے اللہ تمہیں یہ حکم دے رہا ہے اللہ تمہیں یہ بات بتا رہا ہے یہ کوئی معمولی بات تھی کہ بندوں کو اللہ کی بات بتائی جائے؟

کردیا ہم سخن بندوں کو خدا سے تو نے

مشتِ غبار کو براہ راست کلام الٰہی سے مشرف ہونے کا منصب جلیلہ نصیب ہوا اور فرمایا بات بتا کر چھوڑ نہیں دیا۔ وَيُزَكِّيْهِمْ ان کے دلوں کو پاک کردیا۔ کسی کے دل میں برسوں کا کفر ہوگا، کسی کے دل میں برسوں کا شرک ہوگا۔ کوئی ایسے بھی خوش نصیب تھے جو کفر و شرک سے بچے ہوئے تھے۔ توحید کے قائل تھے لیکن انہیں بھی یہ پتہ نہیں تھا کہ اللہ کی ذات کون ہے، کہاں ہے، کیسی ہے، ان کے دلوں کو ایسا صاف کیا کہ اگر پتھر تھے تو میرے نبی ﷺ نے آئینے بنا دیئے اور ان پر تجلیات باری رقصاں ہوگئیں۔ یعنی نبی ﷺ جو کچھ فرماتا ہے وہ تھیوری (Theory) نہیں ہوتی۔ محض الفاظ نہیں ہوتے بلکہ اس کے ساتھ feelings کیفیات ہوتی ہیں۔ نبیؑ جب کہتا ہے اللہ ایک ہے تو جو ایمان لاتا ہے اسے نظر تو نہیں آتا لیکن وہ دیکھ رہا ہوتا ہے کہ وہ ہے ایک ہی۔ ان نگاہوں سے نظر نہیں آتا لیکن ایسی کیفیت اس پر وارد ہوتی ہے کہ ان آنکھوں سے دیکھنے سے زیادہ اسے یقین ہوجاتا ہے۔ سو فرمایا میرے نبی ﷺ نے صرف میری بات ان تک نہیں پہنچائی بلکہ میرے بندوں کو اللہ کی بات سے آشنا کیا۔ وَيُزَكِّيْهِمْ اور ان کے دلوں کو ایسا پاک کردیا کہ ان میں رائی برابر کہیں کوئی نقص نہیں رہا اور پھر اس سے بڑھ کر ایک کمال یہ کیا کہ وَيُعَلِّمُهُمُ الْكِتٰبَ (سورہ آل عمران آیت 164) انہیں تعلیم فرمادیں، ان کے سینوں میں جاگزیں ہوگئیں ان کی زبانوں پہ جاری ہوگئیں۔ وَالْحِكْمَةَ اور صرف الفاظ نہیں ان کے مفاہیم بھی ان کے دلوں میں سمودیئے۔ اس سے بڑے کسی احسان کا کوئی تصور نہیں کیا جاسکتا کہ اللہ کا ایک بندہ ﷺ۔

اُتر کر حرا سے سوئے قوم آیا
اور اک نسخۂ کیمیاء ساتھ لایا۔

کسِ خام کو جس نے کندن بنایا۔ کچے تانبے کا سونا بنا دیا۔ گئے گزرے لوگوں کے دلوں کو قرآن کا محل بنا دیا۔ کوئی اس کے مفاہیم بیان کر رہا ہے تو کوئی اس کی آیات تلاوت کر رہا ہے اور 1430 برس گزر گئے۔ آج کوئی آیت پڑھ ایک زیر، زبر غلط نکل جائے تو بیسیوں بندے بول جائیں گے یہ زبر غلط پڑھی ہے آپ نے یہ زیر، ایسے نہیں ایسے پڑھو۔ بہت بڑی سعادت ہے لیکن کہا یہ جاتا ہے کہ حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کرنا چاہیے۔ ہر لمحے کرنا چاہیے، ہر آن کرنا چاہیے تو ہم ذکر خیر کرتے ہیں لہٰذا ولادت باسعادت سے شروع ہوجاتے ہیں اچھی بات ہے بہت اچھی بات ہے حضور اکرم ﷺ کا ذکر خیر کتنا کرنا چاہیے اللہ کریم فرماتے ہیں۔ بِسۡمِ اللّٰہِ الرَّحۡمٰنِ الرَّحِیۡمِ اِنَّ اللّٰہَ وَ مَلٰٓئِکَتَہٗ یُصَلُّوۡنَ عَلَی النَّبِیِّ ؕ یٰۤاَیُّہَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا صَلُّوۡا عَلَیۡہِ وَ سَلِّمُوۡا تَسۡلِیۡمًا ○ (سورہ الاحزاب آیت 56) یقیناً اللہ اور اس کے فرشتے نبی ﷺ پر درود بھیجتے ہیں۔ اے ایمان والو تم بھی درود پڑھو اور سلام پڑھو۔ درود بھی بھیجو اور سلام بھی بھیجو۔

درود کیا ہے۔ یہ درّ، یدرو سے مشتق ہے۔ درود کا مصدر درُّ، یدرو ہے۔ اس کا مطلب ہے ایسی چیز جو ہر وقت جاری رہے اس میں رکاوٹ نہ آئے۔ درّ یدرو سے مراد ہوتی ہے ایسی چیز یا کوئی چشمہ جو ہر وقت جاری رہے ایک دریا جو ہر وقت بہتا رہے کوئی کام جو ہر وقت ہوتا رہے۔ اللہ مسلسل کیسے درود بھیجتے ہیں عملاً اپنی رحمتیں نازل فرماتے ہیں محمد رسول اللہ ﷺ پر، فرشتے درود بھیجتے ہیں اللہ سے دعا کرتے ہیں اللہ اپنے حبیب ﷺ پر برکتیں نازل فرما۔ مسلمان بھیجتا ہے دعا کرتا ہے **اللھم صلی علی محمد وعلی آلِ محمد کما صلیت علی ابراھیم وعلی آلِ ابرھیم۔**

اے اللہ! تو برکتیں اور رحمتیں نازل فرما۔ اللہ درود بھیجتا ہے وہ عملاً رحمتیں نازل فرماتا رہتا ہے۔ اب جہاں تک یاد کا تعلق ہے اس میں کوئی لحہ انقطاع نہیں آنا چاہیے۔ ایمان کا تقاضا یہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کی یاد ہر سانس میں ساتھ ہو۔ سال میں ایک دن ڈھول ڈھمکے بجا کر شور شرابا کر کے یاد منا کے بھول جانا، یہ تو قرآن کا تقاضا نہیں ہے۔ قرآن کا تقاضا ہے کہ ہر لمحے یادِ پیغمبر ﷺ، دعائے پیغمبر ﷺ، سلام ﷺ، پیغمبر ﷺ، کسی لمحے منقطع نہیں ہونا چاہیے۔ اب بالغ ہونے سے لے کر مرنے تک کوئی ڈھول باجے تو نہیں بجا سکتا۔ کوئی جلوس تو نہیں نکال سکتا۔ یہ تو اتنے بیٹھنے چلنے پھرنے سونے جاگنے میں ہر لمحے میں یادِ حبیب ﷺ کبریا ﷺ سموئی ہوئی ہوگی اور درود کا ورد جاری رہے گا تب بات بنے گی۔ اللہ کو کیسے یاد کیا جائے؟ وہ طریقہ بھی بتا دیں۔ گلی میں کھڑے ہو کر شور مچا کر یاد کریں، باجے گاجے بجا کر یاد کریں، پٹاخے چلا کر یاد کریں، ڈھول بجا کر، جلوس نکال کر، جشن منا کر کیسے یاد کریں۔ فرمایا جب میری بارگاہ میں حاضر ہوتے ہو، اپنے وقت پر پانچ وقت کی نمازیں مکلف مومن پر فرض ہیں۔ ''اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتۡ عَلَی الۡمُؤۡمِنِیۡنَ کِتٰبًا مَّوۡقُوۡتًا'' (سورۃ النساء آیت 103) اپنے اپنے وقت پر پانچ نمازیں فرض ہیں۔ پھر فرائض کے ساتھ سنت ہیں۔ نوافل ہیں۔ مغرب پہلی نماز ہے۔ عشاء کے ساتھ غیر مؤکدہ سنتیں ہیں اس کے بعد پھر وتر ہیں پھر تہجد کے نوافل ہیں پھر طلوع آفتاب پر فجر کے نوافل ہیں پھر اشراق کے بعد ضحیٰ کے نوافل ہیں پھر جب سورج ڈھلتا ہے تو چار رکعت نوافل زوال آفتاب کے ہیں۔ اگر کوئی یہ سارے ادا کرے، کسی کو توفیق ہوتی ہے، کوئی تہجد پڑھتا ہے، کوئی اوابین پڑھتا ہے، کوئی صرف اشراق پڑھتا ہے، کوئی سارے پڑھتا ہے۔ اب جب یہ ساری نمازیں پڑھتے ہو تو کتنی بن جاتی ہیں؟ ہر دو رکعت بعد جب التحیات بیٹھو، باوضو ہو، کپڑے پاک ہوں، مسجد ہو یا

جائے نماز پر بیٹھے ہو۔ میری بارگاہ میں میری عظمت کے گیت پیش کرو۔ میری تسبیحات پیش کرو۔ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ میرے ہی بندے بن کر رہو گے مجھ سے ہدایت طلب کرو۔ قرآن کی آیات پڑھو۔ مجھے رکوع کرو۔ مجھے سجدے کرو جب دو رکعت کے بعد التحیات بیٹھو تو پھر عرض کرو۔ ''التحیات لله والصلوٰة والطیبات'' اور پھر کہو ''السلام علیك ایها النبی'' سلام کہنے کا طریقہ کیا سکھایا قرآن نے؟ کپڑے پاک ہوں، دل پاک ہو، زبان پاک ہو، باوضو ہو، جگہ پاک ہو، جائے نماز بچھا ہوا ہو اور اللہ کی صلوٰۃ پڑھ رہے ہو، تکبیر کہہ کر کائنات کو الگ کر دیا۔ تم الگ ہو گئے۔ کوئی مرتا ہے، کوئی جیتا ہے، کوئی مکان گرتا ہے، کوئی کھڑا ہوتا ہے، کوئی بیٹھتا ہے، بادل برستا ہے، کہیں دھوپ نکلتی ہے، کہیں آگ لگتی ہے یا کوئی مرتا ہے، ختم سب کچھ! تمہارا کسی سے کوئی تعلق نہیں جب تک سلام نہیں پھیرتے ہو۔ نماز سے باہر نہیں آتے ہو تب تک، اللہ اکبر کہا تو کائنات الگ ہو گئی، تم الگ ہو گئے۔ اب مجھ سے بات کرو۔ میری پاکی بیان کرو۔ میری عظمت بیان کرو۔ میری تعریف بیان کرو۔ میرے ساتھ وعدہ کرو کہ تم میرے ہی بندے بن کر زندگی بسر کرو گے میرے سوا کسی دوسرے کے آگے ہاتھ نہیں پھیلاؤ گے۔ مجھ سے راہ ہدایت طلب کرو۔ میں نے تمہیں قرآن سکھایا، قرآن پڑھو، پھر میرے سامنے رکوع کر کے کہو، اے اللہ! تو عظیم ہے، پھر سجدے میں جاؤ۔ کہو اے اللہ تیرے جیسا کوئی نہیں تو سب سے اعلیٰ ہے سب سے بڑا ہے تجھ جیسا کوئی نہیں۔ پھر دوسری رکعت پڑھو، پھر رکوع کرو، پھر یہ سب دہراؤ۔ پھر دو سجدے کرو۔ پھر التحیات میں بیٹھ کر وعدہ کرو کہ میری ساری مالی، جانی، بدنی ساری عبادتیں صرف تیرے لئے ہیں۔ جب میرے اور تمہارے درمیان کچھ نہ رہے۔ اس وقت کہو۔ **السلام علیك ایها النبی**، اب سلام کہنے کا مزہ آئے اب کہو سلام ہو تجھ پر، اے اللہ کے نبی ﷺ اے میرے محبوب۔ جس اللہ نے نبی ﷺ پر درود پڑھنے کا حکم دیا ہے کیا اسی اللہ نے یہ سلیقہ نہیں سکھایا۔ او بھئی یہاں بس نہیں کرو، ہو گیا سلام تمہارا۔ لیکن پھر رسالت کی گواہی دو۔ تشہد پڑھو۔ پھر کہو، **اشهد ان محمد رسول الله** یہاں بھی بس نہیں کرو۔ پھر کہو، **اللهم صلی علی محمد** ﷺ، پھر کہو، **اللهم بارك علی محمد** ﷺ، تب تمہاری صلوٰۃ پوری ہوگی۔ رکعتیں دو پڑھیں، صلوٰۃ وسلام چار بار پڑھا، صلوٰۃ وسلام، **السلام علیك ایها النبی، اشهد ان محمد رسول الله** ﷺ، **اللهم صلی علی محمد** ﷺ، **اللهم بارك علی محمد**، ایک تم ہو، ایک میں اللہ کریم ہوں۔ اور تم اکیلے ہو۔ خشوع و خضوع کے ساتھ، زبان پاک، دل پاک، دماغ پاک، دنیا سے کٹ کر، لباس پاک، جگہ پاک، دو رکعتوں کے چار سجدے کرنے کے بعد التحیات بیٹھو، اب سلام پڑھو میرے نبی ﷺ پر۔

ہزار بار بشویم دہن ز مشک و گلاب

ہزار بار کستوری اور گلاب کو ملا کر اس سے منہ کو دھوؤں، کلیاں کروں، زبان صاف کروں،

ہنوز نامِ تو گفتن کمال بے ادب

ابھی تیرا نام مبارک کہنا بے ادبی ہے۔ یار یہ جگہوں میں، یہ سڑکوں پر، یہ ڈھول باجوں میں، یہ شور شرابے میں، صلوٰۃ وسلام نبی ﷺ کیسا؟ جس اللہ نے اپنے نبی ﷺ کی یادگار صلوٰۃ وسلام کا حکم دیا۔ اس نے طریقہ بھی سکھا دیا۔ اب ہم اللہ کے سجدے بھی چھوڑ دیں۔ لباس بھی پاک نہیں ہے، جگہ بھی پاک نہیں ہے۔ گلی ہے غلاظت ہے، کوئی حد نہیں ہے۔ کوئی اُچھل رہا ہے، کوئی کود رہا ہے۔ یعنی جس طرح کے کفار جشن میلے کرتے تھے، ان سے ہم نے لے لیا اور ہم کہتے ہیں کہ ہم میلاد النبی ﷺ منا رہے ہیں۔ یہ کون سا میلاد ہے؟ میں کسی فرقے، کسی طبقے، کسی مکتبۂ فکر کی بات نہیں کر رہا۔ میں قرآن کی، اللہ کی بات کر رہا ہوں۔ میں رسول اللہ ﷺ کے

احکام کی بات کر رہا ہوں۔ میں اس سلیقے کی بات کر رہا ہوں جو رب العالمین نے سکھایا ہے۔ کیا میں بہت جانتا ہوں آپ نہیں جانتے؟ کیا آپ روز نماز میں، صلوٰۃ میں ایسا ہی نہیں کرتے ہو؟ ارے بھائی! صلوٰۃ تو **وحدہٗ لاشریک اللہ** کی ہے اس میں تذکرہ مخلوق کا کیسا؟ حضور اکرم ﷺ اللہ تو نہیں ہیں، وہ مخلوق ہیں۔ حضرت ابراہیمؑ خلیل اللہ مخلوق ہیں، ارے صرف یہ مخلوق ہیں؟ وہاں تو ساری مخلوق کا تذکرہ آتا ہے۔ **اسلام علیك ایھاالنبی و السلام علینا**، اس ''نا'' میں ہر بندۂ مومن شامل ہے۔ آدمؑ کی امت سے لے کر قیامت تک آنے والوں اور زمین پر رہنے والوں سے لے کر حاملین عرش، فرشتوں تک، ہر اللہ کا مومن بندہ اس 'نا' میں شامل ہے۔ **السلام علینا** جب نبی ﷺ پر سلام بھیجتا ہے تو مطالبہ یہ کرتا ہے کہ یا اللہ! اب ہم سب پر سلامتی ہو اور ان سب میں خود کو بھی شامل کر لیتا ہے کتنا ذرہ بے مقدار ہو محروم نہیں رہتا۔ پھر سکھایا، پھر کہو **وعلی آل عباد اللہ الصلحین** اللہ کے تمام نیک بندوں پر گویا ساری کائنات کو اس نے اپنے سلام میں سمو لیا۔ کیوں؟ فرمایا! جب نبی ﷺ پر سلام بھیجو گے تو سارے بخشے جاؤ گے۔ سب کو شمار کرو۔ سب کو لے آؤ کہ میں سب کو بخش دوں گا۔ لے آؤ سب کو اور سب کی بخشش لے جاؤ۔ نبی ﷺ پر سلام کوئی معمولی بات تو نہیں۔ میرے حبیب ﷺ پر صلوٰۃ وسلام بھیج رہے ہو۔ لاؤ سب کو اور ان سب کی بخشش کی سند لے جاؤ۔ تو بھئی جب سب کا تذکرہ ہو گیا، تو یہاں تو ساری مخلوق آ گئی۔ صرف ایک حضور اکرم ﷺ تو نہیں آئے۔ یہ تو اللہ نے خود فرمایا کہ میری بارگاہ میں میرا بندہ حاضر ہوا۔ اس نے باوضو ہو کر، لباس پاک، زبان پاک، جگہ پاک ہو، قبلہ رُخ ہو کر پھر اس نے اپنی زبان میری حمد سے پاک کی، شیطان مردود سے پناہ مانگی، پھر میری تعریف کی، پھر میرے ساتھ معاہدہ کیا۔ **ایاك نعبد**، ہم صرف تیری عبادت کرتے ہیں۔ **وایاك نستعین**، صرف تجھ سے دعا چاہتے ہیں۔ جب تو ہے تو ہمیں کسی کی مدد کی ضرورت کیا ہے۔ پھر مجھ سے دعا کی کہ مجھے اپنے نیک بندوں میں شامل کر، گمراہ لوگوں سے بچا، پھر اس کے بعد میرا قرآن پڑھا، پھر رکوع کر کے میری عظمت کا اقرار کیا۔ **سبحان ربی العظیم**، پھر سجدے میں چلا گیا، پھر اقرار کیا۔ **سبحان ربی الاعلیٰ**، دو دفعہ جب ایسا کر کے التحیات بیٹھا تو میں نے کہا کہ اب میرے نبی ﷺ پہ سلام بھیجو۔ اب تیری زبان، تیرا لہجہ، تیرا دل، تیری فکر، میرے نام سے، میرے ذکر سے، میرے سجدوں سے پاک ہو گئی ہے۔ اب میرے حبیب ﷺ پہ سلام بھیج۔ کہاں یہ مقام اور کہاں گلی بازار میں نعرے لگانا یہ کسی فرقے، طبقے، بریلوی، دیوبندی کی بات نہیں۔ یہ مومن اور مسلمان کی بات ہے۔ حضور اکرم ﷺ کے اُمتی کی بات ہے۔ سوچنے کی بات ہے۔

ابوبکر صدیقؓ، فاروق اعظمؓ، عثمان غنیؓ، حضرت علی المرتضیٰؓ، مہاجرین مکہ، انصار مدینہ بارگاہ رسالت ﷺ میں بیٹھے تھے۔ کیسے کیسے لوگ تھے۔ تیرہ برس کلمہ توحید پڑھا۔ مشرکین نے کفار نے ظلم کے پہاڑ توڑ دیئے۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا، برداشت کرو۔ کہاں تک اللہ اللہ۔ حضرت یاسرؓ ایک خاندانی غلام تھے۔ مشرکین مکہ کے پاس۔ غلام نسل در نسل بھی چلتے تھے۔ وہ خود غلام ہے۔ اس کی شادی ہوئی تو اس کی بیوی بھی کنیز ہے۔ اولاد ہوئی تو وہ بھی غلام ہے۔ کچھ خاندانی غلام ہوتے تھے جو کئی نسلوں تک کسی کے پاس رہتے تھے۔ یہ خاندانی غلام تھے۔ انہیں کلمہ نصیب ہو گیا۔ ان کی اہلیہ کو بھی، ایک جوان بیٹی تھی۔ حضرت عمارؓ ان کے بیٹے تھے۔ خاندان کے چار بندے تھے۔ چاروں نے کلمہ پڑھ لیا۔ ابوجہل نے کہا یہ کیا بات ہوئی بھئی! اگر شرفا کے اور آزاد لوگوں کے بچوں نے اور بوڑھوں نے اسلام قبول کر لیا ہماری مخالفت کر لی یہ جو نسلوں سے غلام ہیں یہ بھی اسلام قبول کر لیں گے۔ تو ہماری کون سنے گا؟ بات تو پھر ختم

ہوگئی۔ اس نے ان پر بے پناہ مظالم کیئے۔ ان کی حکایت میں ملتا ہے ان کی سیرت میں کہ گلی میں لے جا کر باندھ دیتا اور سارا سارا دن پیٹتا اور مارتے رہتے اور اتنی سزا دیتے کہ شام کو باپ بیٹا، بیٹی، بیوی۔ چار بندے تھے۔ گھر میں برتن میں پانی رکھا تھا لیکن چاروں میں سے کوئی بھی اس قابل نہیں تھا کہ پانی پی لے اور دوسرے کو پلا دے اور یہ ایک دن کی بات نہیں کئی دن گزر گئے۔ ایک دن بڑی عجیب بات ہوئی کہ گلی میں کلے ٹھونک کر ان کے ہاتھ پاؤں کھینچ کر باندھے ہوئے اور مشرکین انہیں مار رہے تھے۔ اور دوسری گلی سے شمس نبوت صلی اللہ علیہ وسلم طلوع ہوا۔ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم تشریف لائے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم رک گئے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے رخ انور پھیرا۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھا کہ ان پر مظالم ہو رہے ہیں پیٹا جا رہا ہے۔ ہاتھ پاؤں باندھے ہوئے ہیں۔ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دیکھ کر فرمایا! **اصبرو آل یاسر!** اے یاسر کے خاندان والو! صبر کرو، برداشت کرو، **انا موعدکُمُ الجنۃ، او کما قال رسول اللہ** صلی اللہ علیہ وسلم تمہارے ساتھ جنت کا وعدہ ہے۔ میں ذمہ دار ہوں۔ ارے ہے کوئی کائنات میں جسے بتا دیا جائے اور ضامن محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہوں کہ تیرے لئے جنت ہے۔ آج کوئی ملتا ہے؟ عالم بھی ہیں، ولی کہلانے والے بھی ہیں، درویش بھی ہیں، بڑے مفکر بھی ہیں، حکمران بھی ہیں، دولت مند بھی ہیں، کوئی ایک لاؤ جس کا ذمہ دار محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم ہو اور اسے دنیا میں بتا دیں کہ جنت کا تیرے ساتھ وعدہ ہو گیا۔ اور انہوں نے اعتبار کرنے کی حد کر دی انہوں نے کہا بے شک جنت ہماری ہو گئی۔ کرنے دو ابو جہل کو جو اس کا جی چاہتا ہے۔ جنہوں نے یہ قربانیاں دیں پھر تیرہ سال بعد اللہ قادر ہے اور یہ نہیں کہتا کہ میں تمہارے ساتھ ہوں میں کافروں کو تباہ کر دوں اس نے کہا نہیں۔ گھر چھوڑ دو۔ کمال ہے کیسا بے نیاز ہے۔ اے اللہ! تو قادر ہے اب تیرا نام لینے پر یہ خفا ہیں۔ مار پیٹ رہے ہیں۔ کتنوں کو شہید کر دیا۔ آگ سے جلاتے، گرم لوہے سے داغتے، گرم ریت پر لٹاتے، مظالم کرتے۔ تیرہ برس بیت گئے۔ جو تیرہ برس بعد دستگیری فرمائی تو فرمایا! تم شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ واہ بے نیاز! تیرے رنگ ہیں۔ وہ کہہ تو سکتے تھے کہ یا اللہ! کیا تو کمزور ہے کہ ہم بھاگ جائیں، تو قادر ہے ان کو بھگا۔ فرمایا! نہیں۔ تم شہر چھوڑ کر چلے جاؤ۔ انہوں نے کہا۔ یا اللہ! تو راضی رہ ہمیں کسی سے کیا لینا دینا۔ گھر بھی چھوڑ دیئے۔ جائیدادیں، جاگیریں، حتیٰ کہ مکہ مکرمہ فتح ہو گیا۔ کسی مہاجر نے نہ اپنی جاگیر واپس لی، نہ جائیداد، نہ گھر بلکہ مکہ مکرمہ میں قصر نمازیں پڑھتے تھے کہ ہم مسافر ہیں یہاں۔ ہم نے تو اللہ کے نام پر چھوڑ دی تھی اب ہمارا ان سے کیا لینا دینا۔ یہ لوگ تشریف رکھتے تھے خدمت عالی میں باتوں میں کوئی بے تکلفی آ گئی ہو گی کسی کی آواز ذرا اونچی ہو گئی ہو گی۔

ورنہ ادب تو صحابہ کرامؓ سے کائنات نے سیکھا ہے۔ فوراً وحی آ گئی۔ **لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ** (سورۃ الحجرات 2) خبردار! میرے نبی صلی اللہ علیہ وسلم کی بارگاہ میں دم اونچا مت کھینچو، کوئی اپنی آواز اونچی نہ کرے۔ ارے تم اور میں ماؤشما نہیں بیٹھے تھے۔ مہاجرین مکہ، خلفائے راشدین، انصار مدینہ بیٹھے تھے۔ جنہوں نے سینہ وا کر دیا جب مکہ مکرمہ میں دعوت دینے کے لئے گئے۔ عقبہ ثانیہ میں بیعت ثانی ہوئی انصار مدینہ کا جو وفد تھا تین چار لوگ جو تھے یا کم و بیش۔ تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے پوچھا کہ تم مجھ سے اصرار کر رہے ہو مدینہ آنے کا۔ بیعت بھی کرتے ہو لیکن یہ جانتے بھی ہو کہ میرے وہاں آنے کا مطلب کیا ہو گا؟ انہوں نے کہا؛ یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم پتہ ہے آپ تشریف لائیں گے تو پوری دنیائے کفر ہمارے خلاف ہو جائے گی ہم آپ کے آگے لڑیں گے پیچھے لڑیں گے دائیں لڑیں گے بائیں لڑیں گے جانیں دیں گے بیٹے قربان کروائیں گے لیکن آپ تک کسی کو نہیں پہنچنے دیں گے ہمیں یہ پتہ ہے کہ دنیا ہمارے

خلاف ہوجائے گی یہ وہ لوگ بیٹھے تھے، فرمایا: لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (سورہ الحجرات 2) فرمایا؛ خبردار کسی نے اونچا دم لیا تو اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ الحجرات 2) پھر تمہاری ساری نیکیاں ضبط ہوجائیں گی۔ ہجرت کی ہے، ضبط ہوجائیں گی۔ بدر میں گئے ہو، ضبط ہوجائے گی، جہاد کیے ہیں، ضبط ہوجائیں گی، جانیں دی ہیں مجھے تمہاری کسی چیز کی ضرورت نہیں۔ ادب بارگاہ رسالت اس سے زیادہ مقدم ہے۔ آپ پوری دیانت سے خود پر غور فرمائیں۔ مجھے آپ سے پتہ لینے کی ضرورت نہیں مجھے تو اللہ نے بتادیا میں جو جانتا ہوں آپ کو بتا رہا ہوں۔ خود غور فرمایئے کہاں وہ بارگاہ عالی کہاں وہ آپ کے جلوس میلاد کیا کوئی اللہ آج بدل گیا ہے؟ دین بدل گیا ہے؟ نبوت بدل گئی ہے؟ وہی نبی ﷺ ہے وہی اس کی عظمت ہے وہی اللہ رب العالمین ہے اور وہی قانون نافذ ہے۔ لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ (سورہ الحجرات 2) کیا جشن میلاد اور جلوس میلاد کا کوئی جواز بنتا ہے۔ کیا اس بارگاہ میں سلام عقیدت پیش کرنے کا یہ طریقہ ہے خود سوچئے۔ کیا ان چیزوں خرافات کا کوئی جواز بنتا ہے۔ چھوڑو دیوبندی، بریلوی جھگڑے کو یہ تو ایک سال میں ایک دن کرتے ہو اور سارا سال ہر اذان کے ساتھ تم نے باتیں بڑھا دیں۔ پڑھنے والے صلوٰۃ والسلام جو پڑھ رہے ہوتے ہیں اس کی ادائیگی عربی کے اعتبار سے غلط ہوتی ہے، نہ صرف ادائیگی غلط ہوتی ہے بلکہ الفاظ اور سُر یں بھی غلط ہوتی ہیں۔ یعنی دینی اعتبار سے بھی غلط ہوتا ہے اور دنیاوی اعتبار سے بھی۔ اب مخاطب کر رہے ہوتے ہیں یارسول اللہ ﷺ دیکھو جرأت رندانہ اسلام علیك ایھا النبی۔ اس میں بھی خطاب ہے۔ سلام ہو آپ پر اے اللہ کے نبی ﷺ۔ لیکن خطاب کرنے سے پہلے وضو ہے پاکیزگی ہے، طہارت ہے، دنیا سے کٹ جانا شرط ہے۔ اللہ کی تحمید و تقدیس، رکوع و سجود دو رکعت پڑھنے کے بعد تم اس قابل ہوتے ہو کہ اب کہو یارسول اللہ ﷺ۔ السلام علیك ایھا النبی، یا کوئی کہے، السلام علیك یارسول اللہ تو الفاظ کا فرق ہے۔ مفہوم تو ایک ہے روکا تو نہیں کسی نے لیکن کہنے کا سلیقہ بھی ہے اب لاؤڈ سپیکر پر کھڑے ہو کر صحن میں، گلی میں کھڑے ہو کر ڈھول باجے بجا کر جلوس نکال کر کہنا تو اس طرف چلا جائے گا۔ "لَا تَرْفَعُوْٓا اَصْوَاتَكُمْ فَوْقَ صَوْتِ النَّبِيِّ"۔ "اَنْ تَحْبَطَ اَعْمَالُكُمْ وَ اَنْتُمْ لَا تَشْعُرُوْنَ (سورہ الحجرات 2) اور علمائے حق نے یہ بھی لکھا ہے کہ لَا تَشْعُرُوْنَ کی اضافت اگر اس طرف کی جائے تو مفہوم یہ بنے گا کہ تمہاری نیکیاں ضبط ہوجائیں گی خواہ یہ تم نے غیر شعوری طور پر بھی کیا۔ ایک مفہوم تو یہ ہے کہ نیکیاں ضبط ہوجائیں گی اور تمہیں خبر نہ ہوگی۔ لیکن ایک مفہوم یہ بھی ہے کہ اگر تم نے غیر شعوری طور پر بھی شور کیا، آواز بلند کی، تو تمہاری ساری نیکیاں ضبط ہوجائیں گی۔ تو بھئی! اس بارگاہ عالی کا خیال رکھو۔ پھر یہ جلوس میلاد اور میلاد کے تہوار کی کوئی تک نہیں بنتی۔ نبی بعثت سے تعلق رکھتا ہے، ولادت سے نہیں۔ نبی تو ازلی نبی ہوتے ہیں، لیکن ولادت پر کوئی ان کا ماننے والا ہوتا ہے نہ وہ دعوت دیتے ہیں۔ بعثت جب ہوتی ہے تو نبی دعوت بھی دیتا ہے اور ماننے والے پیدا ہوتے ہیں۔ یہاں بھی جو سلام پڑھنے کا حکم ہے وہ بھی نبی پر، السلام علیك ایھا النبی، قرآن نے جو احسان کا ذکر فرمایا ہے وہ لَقَدْ مَنَّ اللّٰهُ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ اِذْ بَعَثَ فِيْهِمْ رَسُوْلًا (سورۃ الاعمران 69) ہمارا رشتہ بعثت عالی سے شروع ہوتا ہے اور ولادت باسعادت کا ساری کائنات سے شروع ہوتا ہے۔ بلاتفریق اس میں دنیوی فائدے ہیں۔ مومن کے لئے بھی ہیں۔ کافر کے لئے بھی ہیں۔ مشرک کے لئے بھی ہیں۔ بت پرست کے لئے بھی ہیں۔ انسان کے لئے بھی ہیں، جانور کے لئے بھی ہیں، درخت کے لئے

بھی ہیں، پتھر کے لئے بھی ہیں، پرندوں کے لئے بھی ہیں۔ مچھلیوں کے لئے بھی ہیں۔ آسمانی مخلوق اور عرشی فرشتوں کے لئے بھی ہیں۔ دنیاوی، مادی اور ذاتی فائدے ہیں لیکن جب بات آئی ہے بعثت کی تو فائدے دو جہانوں پر محیط ہو جاتے ہیں دنیا و آخرت اور دو عالم پہ چھا جاتے ہیں۔ فرمایا: مومن کو تو زیب دیتا ہے میرے اس احسان کی بات کرے جسے میں بھی اپنا احسان کہہ رہا ہوں۔ احسان تو میں نے یہ کیا ہے کہ میں نے مومنین میں محمد رسول اللہ ﷺ کو مبعوث کر دیا۔ تو میرے بھائیو! اپنے دل میں سوچ کر انصاف کرو کہ بات میلاد کی کرنی چاہیے یا بعثت عالی ﷺ کی۔ ارے میلاد تو ساری کائنات منائے ہم کب روکتے ہیں۔ سب کو فائدہ ہوا۔ مومن کو بھی ہوا۔ کافر کو بھی ہوا۔ ہمارا تعلق تو حضور اکرم ﷺ کی بعثت و رسالت سے ہے۔ کیا مشرکین مکہ حضور اکرم ﷺ کے محمد بن عبداللہ ہونے سے انکار کرتے تھے۔ آپ کے بنو ہاشم میں سے ہونے سے انکار کرتے تھے۔ کیا اس جاننے کا انہیں کوئی فائدہ ہے۔ اللہ کریم نے فرمایا ہے **يَنظُرُونَ إِلَيْكَ وَهُمْ لَا يُبْصِرُونَ** (سورۃ الاعراف آیت 198) آپ کی طرف دیدے پھاڑ پھاڑ کر دیکھتے ہیں لیکن آپ کو نہیں دیکھ سکتے۔ انہیں محمد بن عبداللہ نظر آتا ہے۔ محمد رسول اللہ ﷺ کی خبر نہیں ہے تو جس نے محمد رسول اللہ ﷺ کو نہیں پایا اس نے کچھ نہیں پایا۔ محمد بن عبداللہ تو سارے مشرکین بھی کہتے تھے۔ ایک آدمی تھا مکے کا اس کا نام اخنس بن شریف تھا، ابوجہل کا بہت بے تکلف دوست تھا، بہت شور ہوا، آٹھ دس سال گزر گئے مقابلہ چل رہا ہے، مسلمانوں پر مظالم توڑے جا رہے ہیں اور اسلام پھیلتا جا رہا ہے رکتا نہیں، ایک دن وہ ابوجہل کے پاس کہیں آیا تو تنہائی میں دونوں بیٹھے تھے۔ تو وہ کہنے لگا یار ایک بات تو بتاؤ۔ بھئی اتنا عرصہ بیت گیا۔ آٹھ، دس سال بڑا عرصہ ہوتا ہے اور تم بڑے تکڑے لوگ ہو۔ تم بہت تکڑے آدمی ہو اور تم روکتے، روکتے اور ظلم کرتے تھک گئے ہو اور یہ طوفان ہے کہ تم سے رک نہیں رہا۔ دل کی بات مجھے بتاؤ کہ تم سمجھتے ہو کہ کیا یہ شخص واقعی اللہ کا نبی ہے یا اس نے محض دعویٰ کر رکھا ہے اس نے کہا ارے بیوقوف! اگر محض دعویٰ کر رکھا ہوتا تو اب تک چلتا۔ یہ اللہ کا نبی ہے ہم ساری کوشش کر چکے ہیں۔ یہ ہم سے رکتا نہیں ہے۔ سچ تو یہ ہے کہ یہ اللہ کا رسول ﷺ ہے۔ اگر اللہ کا رسول نہ ہوتا تو یہ یہاں ملتا؟ ہم نے اسے کہیں فنا کر دیا ہوتا۔ اس کی ساری دعوت ختم کر دی ہوتی۔ تو اس نے کہا ظالم تو جانتا ہے دل سے کہ اللہ کا نبی ہے تو مانتا کیوں نہیں۔ کہنے لگا تو بیوقوف بھی ہے اگر ہم مان لیں تو پھر اس کی اطاعت کرنی پڑے گی ہمارے پاس کیا بچے گا؟ ہمارے سرداری پھر کہاں گئی۔ ہمارا حکم کون مانے گا۔ پھر تو سارے لوگ اس کو مانیں گے اس کی اطاعت، رسول کی اطاعت ہوگی۔ ہماری چودھراہٹ ختم ہو جائے گی۔ ہم نہیں مانیں گے۔

ابوجہل بھی جانتا تھا کہ یہ اللہ کا رسول ﷺ ہے لیکن صرف جاننے سے کیا ہوتا ہے ماننے سے بات بنتی ہے اگر ہم بھی صرف جانتے ہیں اور مانتے نہیں تو پھر کیا فائدہ۔ بات تو ماننے سے بنے گی۔ صلوٰۃ پڑھو، سلام پڑھو، **السلام علیك یارسول اللہ** ﷺ پڑھو۔ کوئی بھی نہیں منع کرتا۔ ہم نماز پڑھتے ہیں تو منع کیوں کریں۔ **السلام علیك ایھاالنبی**۔ کیا یہ خطاب نہیں ہے۔

ہزار بار بشویم دہن زمشک وگلاب

پہلے سارے حیلے کرنے پڑتے ہیں کہ زبان پاک ہو جائے۔ دل پاک ہو جائے پیشانی صاف ہو جائے۔ لباس پاک ہو، باوضو ہوں، پاک جگہ پہ کھڑے ہوں منہ قبلے کی طرف ہوں۔ بات صرف اللہ سے ہو رہی ہو۔ اللہ اکبر کہہ کر کائنات کو الگ کر دیا اور پھر موقع آتا ہے۔ دو رکعتیں پڑھنے کے بعد اللہ کہتا ہے اب میرے نبی ﷺ سے بھی سلام عرض کرلو۔ یعنی کتنے مجاہدے کے بعد بندہ ایسی جگہ پہنچتا ہے جہاں بارگاہ رسالت میں اللہ خود فرماتا ہے اب آگے بڑھو

سلام پیش کرواپنا اور کوئی نماز نہیں ٹوٹتی۔ اب اس سلام کو لے جاؤ گلی پر اور بچے، لونڈے، لڑکے، مرد، عورتیں اکٹھا کرلو اور تماشا بنادو تو کیسا رہے گا۔ سو میرے بھائی! ہمیں کسی سے نہ دشمنی ہے نہ ناراضگی، نہ ہم کسی پہ خفا ہوتے ہیں، ہم تو دعا کرتے ہیں کہ اللہ سب کو یہ راز سمجھنے کی توفیق عطا فرمائے۔ اللہ اس بارگاہ کی عظمت سے آشنا کرے۔ وہ کسی کا شعر تھا۔

اللہ کرے عشق کا بیمار تجھے بھی
روتا ہوا دیکھوں پسِ دیوار تجھے بھی

تو کرنل محبوب خان رحمتہ اللہ علیہ ہوا کرتے تھے۔ ان کا ادبی ذوق بھی بہت اچھا تھا۔ کہنے لگے کہ حضرت مزا نہیں آیا۔ یہاں پسِ دیوار مزہ نہیں دیتا۔ میں نے کہا کیا ہونا چاہیے۔ شاعر تو یہ ہی لکھتا ہے۔ کہنے لگے نہیں۔

روتا ہوا دیکھوں سرِ بازار تجھے بھی

میاں یہ باریکیاں سمجھ آجائیں، تمہاری آنکھوں میں بھی دریا آجائیں، سلام کہو تو آنسو پہلے ٹپکیں، نگاہ اٹھاؤ تو آنکھ پہلے وضو کرے۔ سلام سے کون روکتا ہے، بھائی اللہ حکم دے رہا ہے۔ **صلو علیہ وسلمو تسلیما**۔ تسلیما کا مطلب ہے کہ اس طرح سے صلوٰۃ وسلام اس طرح پیش کرو کہ اس کا حق ادا ہو جائے۔ کیسے کرو؟ حق کیسے ادا ہوتا ہے؟ تیاری کرو۔ دل کو پاک کرو، اللہ کی بارگاہ میں کھڑے ہو جاؤ، رکوع و سجود کرو، اللہ کی عظمتیں بیان کرو، اپنی عقیدہ عرض کرو کہ یا اللہ میں تیرا بندہ ہوں تیرا ماننے والا ہوں تجھے وحدہٗ لاشریک ماننے والا ہوں صرف تیری عبادت کرنے والا ہوں، تجھ سے مدد چاہنے والا ہوں، دیکھ میں تیرا قرآن تیری بارگاہ میں پڑھ رہا ہوں۔ میرے دل میں یہ نقش ہے۔ پھر رکوع کرو۔ پھر سجدہ کرو۔ دو دفعہ کر چکو تو ایک دفعہ سلام کہو۔ پھر کہنا ہے تو پھر دو رکعتیں پڑھو اور درود میں نے عرض کیا۔ درود کا معنی ہے کہ جو چیز ختم نہ ہو، مسلسل چلتی رہے۔ ایسا چشمہ جو جاری رہتا ہے۔ تو میاں رات دن پڑھو۔ اگر دل پاک ہے، زبان پاک ہے، وجود پاک ہے، لباس ہے، تو پڑھے جاؤ، کون روکتا ہے؟ ایک صحابی نے عرض کی، یارسول اللہ ﷺ، میں نے کچھ وقت مختص کرلیا ہے۔ وظیفوں کے لئے، کچھ میں اس میں قرآن پڑھتا ہوں۔ کچھ جو آپ نے تسبیحات بتائی ہیں وہ پڑھتا ہوں اور چوتھا حصہ اس وقت کا صرف درود شریف پڑھتا ہوں۔ حضور اکرم ﷺ نے فرمایا۔ اگر درود زیادہ کرلو تو اچھا ہے۔ یارسول اللہ ﷺ ایک چوتھائی تسبیحات پڑھوں اور تین حصے وقت کے درود پڑھتا رہوں۔ فرمایا اور بڑھالو تو اچھا ہے یارسول اللہ ﷺ میں سارا وقت درود شریف پڑھتا رہوں۔ فرمایا اگر ایسا کرو تو دنیا اور آخرت کی ہر تکلیف کا علاج یہ ہے اگر صرف درود شریف پڑھتے رہو تو دنیا و آخرت کے ہر دکھ کا مداوا ہے دنیا میں بھی کامیاب رہو گے۔ آخرت میں بھی کامیاب رہو گے۔ اس لئے جب مجھ سے کوئی پوچھتا ہے وظیفہ بتاؤ میں کہتا ہوں کہ درود شریف پڑھو۔ لوگوں کی تسلی نہیں ہوتی کہتے ہیں کہ ٹال دیا، وظیفہ نہیں بتایا۔ اللہ اللہ دعوے تو کرتے ہو لیکن اس نام کی عظمت سے آشنا نہیں۔ ادب گاہ ہست زیر آسمان از عرش نازک تر ہے تو زمین پر، لیکن یہ جگہ ایسی ہے کہ عرش عظیم سے یہاں کے آداب زیادہ ہیں،

نفس گم کردہ می آیند جنید و با یزید این جا

میں نے بدل دیا جنید و بایزید وہاں ان کی خاک کے برابر بھی نہیں وہاں ابوبکر صدیقؓ، عمر فاروقؓ اونچا سانس نہیں لیتے تھے۔ فاروق اعظم سرگوشیوں میں بات کرتے تھے کہ آواز اونچی نہ ہو جائے۔ میری آواز بھاری ہے اونچی نہ ہو جائے۔

نفس گم کردہ می آیند ابوبکرؓ و عمرؓ اینجا

جہاں ایسے لوگوں کی سانس مدہم پڑ جاتی ہے وہاں تم ہاؤ، ہو، شور شرابا، ڈھول تماشا کر کے سارا میڈیا بھی اس پر لگ گیا۔ سارے

اخبار بھی اس میں لگ گئے۔ اور پھر مزے کی بات یہ کہ، اس پہ ثواب کی امید رکھتے ہیں۔ ایک مفتی صاحب ٹیلی وژن پہ بتا رہے تھے کہ یہ جی جلوس کا کیا جواز ہے اور یہ شور شرابے، جشن کا کیا جواز ہے۔ تو بڑے مفتی ہیں، ہمارے آج کل مفتی اعظم ہیں پاکستان کے بنے ہوئے تو وہ فرما رہے تھے کہ آج کل جو لباس ہم پہنتے ہیں، یہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا۔ آج کل جو کھاتے، پیتے ہیں یہ حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں نہیں تھا وقت کے ساتھ ساتھ چیزیں بدلتی رہتی ہیں۔ اگر حضور اکرم ﷺ کے زمانے میں جلوس نہیں تھا تو اب وقت بدل گیا ہے اب جلوس کا زمانہ ہے اب اس میں کوئی حرج نہیں ہونا چاہیے۔ میں نے کہا۔ کہ اگر ہم لباس ویسا نہیں پہنتے تو کیا ہم اسے باعث نجات سمجھتے ہیں۔ اس میں ثواب سمجھتے ہیں لباس امور عادیہ میں سے ہے۔ سنن عادیہ میں سے ہے۔ لیکن آج بھی کسی کے لباس کی مشابہت اگر حضور اکرم ﷺ کے لباس سے ہو تو کیا یہ باعث ثواب نہیں۔ لباس کے لئے ستر عورت ضروری ہے۔ جو بھی لباس پہن لیا وہ شرعی ہے لیکن اس میں کوئی ثواب کی بات نہیں۔ اگر حضور اکرم ﷺ سے مشابہت ہو تو پھر عادیہ سہی لیکن ثواب کی بات ہے تو کیا آپ ان جلسے جلوسوں سے ثواب کی امید رکھتے ہیں تو پھر یہ چاہئے، ہوائی جہاز کی سواری اور لباس تو نہ ہوا۔ ان میں تو کوئی ثواب وعذاب کا تصور نہیں۔ کیونکہ اگر امور عادیہ میں بھی عادت شریف ﷺ کے مطابق بندہ عمل کر سکے تو اس میں ثواب ہے۔ چھوٹ جائے تو گرفت کوئی نہیں۔ کیونکہ امور عادیہ میں سے ہے عبادات میں سے نہیں۔ علماء حضرات تشریف رکھتے ہیں جانتے ہیں اور بتا سکتے ہیں لیکن یہ جشن مناتے ہیں مزے کی بات تو یہ ہے کہ جو نہ منائے اسے کافر بھی کہتے ہیں اور اسے منا کر جنت کے امیدوار بھی بنتے ہیں۔ ساری سال کی نمازوں کا بدل سمجھتے ہیں کہ چلو کچھ کیا نہ کیا جشن میں مل گئے۔ بخشش ہو گئی۔ اسے بخشش کا سبب بھی سمجھتے ہیں۔ یہ تو بڑی زیادتی کی بات ہے ہاں یہ ٹھیک ہے کہ اگر کسی نے محمد رسول اللہ ﷺ کی عظمت کو بھی بیچ کر کھانا ہے تو پھر ٹھیک ہے اس پر چندے بڑے جمع ہوں گے، پیسہ بہت آجاتا ہے، کھانے پینے کا اہتمام ہو جاتا ہے، آج تم عظمت رسالت ﷺ کو بیچ کر کھاؤ، لیکن کل اس کا وہ محافظ اس کی عظمت کا وہ رکھوالا، جس نے دم اونچا لینے سے منع کر دیا، وہ حساب بھی لے گا۔ کل پوچھا جائے گا اور یہی وجہ ہے کہ آج تک آپ نے ان میلادوں اور جلوسوں کی وجہ سے کسی کی اصلاح ہوتے دیکھی ہے۔ آج ہم بعثت عالی کی بات کر رہے ہیں کم از کم جتنی دیر یہاں بیٹھے سن رہے ہیں اتنی دیر تو عظمت رسالت دل میں ہے کہ نہیں۔ ان جلوسوں میں کسی کے دل میں کوئی عظمت کا احساس آتا ہے یا کوئی احساس ہوتا ہے۔ یہ تو ہمیں کفر نے دھوکا دیا اور ہمیں رسومات میں الجھا کر اور اسے وہ back up کرتے ہیں فنڈز دیتے ہیں لوگوں کو غیر ملکی ایجنسیاں پیسے دیتی ہیں کہ اس کو اور پھیلاؤ۔ مسلمانوں کو حقیقت سے دور کر دو۔ ان میں سے روح محمد ﷺ نکال دو۔ انہیں اپنے حال میں ڈھال دو۔ انہیں ہاؤ، ہو، شور شرابا میں الجھا دو۔ اب دیکھو کہاں تک لے گئے ہیں آپ کو۔ تو آپ نے دیکھا نہیں۔ میں ٹیلی ویژن پہ دیکھتا ہوں وہ جو شہید ہو گئے تھے لاہور پولیس والے ان کی یاد میں موم بتیاں جلائی جا رہی ہیں۔ کیا مسلمان شہیدوں کی یاد میں آگ جلاتے تھے۔ یا قرآن پڑھتے تھے۔ کوئی کافر مرتا ہے تو وہ موم بتیاں جلاتے ہیں یا وہ سالانہ اس کی موت کا دن مناتے ہیں تو وہ پھول اور موم بتیاں وہاں رکھتے ہیں آپ کے ملک، وطن عزیز پاکستان میں بھی موم بتیاں جلاتے ہیں یا جا کر پھول کی ٹہنی رکھ دیتے ہیں۔ دو منٹ کی خاموشی کرتے ہیں، قرآن نہیں پڑھتے، دعا نہیں مانگتے، درود نہیں پڑھتے، فاتحہ نہیں پڑھتے، دو منٹ کی خاموشی کرتے ہیں کافروں کی طرح۔ او یار کیا

کررہے ہو؟ کہاں جارہے ہو؟ کیا ایسا ہی نہیں ہورہا؟ ہے کوئی اس ملک میں پوچھنے والا؟ کیا اسلام اتنا ہی بے بس و بے کس ہو گیا ہے میں نے حدیث مبارک پڑھی۔ حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے کہ ایک یتیم کے سر پر ہاتھ رکھو۔ تو جتنے بال سر کے ہاتھ کے نیچے آئیں گے اتنی نیکیوں کا ثواب ملتا ہے اگر آپ شفقت کا ہاتھ کسی یتیم کے سر پر رکھ دیں تو۔ ایک بات اور بھی سن لیں یتیم نابالغ بچے ہوتے ہیں۔ یہاں سارے بابے بھی کہتے ہیں کہ میں بھی یتیم ہوں۔ بالغ یتیم نہیں ہوتا۔ ورنہ تو ساری دنیا یتیم ہوجاتی۔ بالغ جو ہوتا ہے اس کے والدین گزر جائیں تو وہ یتیم نہیں کہلاتے، نابالغ بچے کو یتیم کہتے ہیں جو ابھی والدین کی پرورش کا محتاج ہوتا ہے تو فرمایا۔ یتیم کے سر پہ ہاتھ رکھو۔ جتنی نیکیاں ملتی ہیں، میرے دل میں جرأت نہیں ہوتی بات زبان سے نکالنے کی۔ لیکن میرے دل میں یہ احساس پیدا ہوا کہ یارسول اللہ ﷺ آپ کا تو دین ہی یتیم رہ گیا ہے۔ جس بندے کی کوئی حیثیت نہیں وہ دین کی مخالفت کرسکتا ہے۔ رمضان میں سرِ بازار سگریٹ پی سکتا ہے کھا پی سکتا ہے، ہر حکم شرعی کی مخالفت کرسکتا ہے، کوئی روکنے والا نہیں۔ سب سے کمزور، بے بس اور بے کس کیا صرف دین رہ گیا ہے۔ کوئی اس کا وارث، اس کے دکھ میں جلنے والا، کوئی درد محسوس کرنے والا نہیں۔ اگر نہیں تو کس شفاعت کی امید لئے بیٹھے ہو۔ میرے بھائی! ہم پر اللہ کا احسان ہے۔ ان میں سے ہیں الحمدللہ۔ جن کے لئے اللہ نے فرمایا۔ کہ میں نے تم پر احسان کیا ہے میں نے تم میں اپنا رسول ﷺ مبعوث فرمایا ہے ہم اس بعثت کی بات کرتے ہیں۔ بعثت اور ولادت باسعادت کی بات میں ایک فرق بھی ہے جب آپ بعثت کی بات کرتے ہیں تو ساری شریعت آکھڑی ہوتی ہے کہ مبعوث کس لئے ہوئے آپ نے کیا فرمایا۔ کیا کرنے کا حکم دیا۔ کس سے روکا۔ اس لئے لوگ بعثت سے بھاگ جاتے ہیں۔ ولادت کی بات کرتے ہیں۔ ولادت باسعادت کے ساتھ کسی حکم کا کوئی تعلق نہیں۔ تو وہاں جو جی چاہا وہ کھیل تماشا کرلیا۔ تو میرے بھائیو! بندۂ مومن پر یہ واجب ہے کہ شکر ادا کرے۔ جو چیز نصِ قرآنی سے، آیت قرآنی سے ثابت ہوتی ہے، وہ فرض ہوتی ہے۔ صلوٰۃ نصِ قرآنی سے فرض ہے۔ صلوٰۃ کا طریقہ جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا وہ بھی فرض ہے۔ صلوٰۃ میں قیام، رکوع، سجدہ، التحیات بیٹھنا بھی فرض ہے۔ اس فرض کے اندر ایک اور فرض ہے۔ **صلو علیه وسلمو تسلیما**۔ ارے ہمیں کہتے ہیں کہ یارسول اللہ نہ کہو۔ ہم کہتے ہیں ضرور کہو۔ اس بارگاہ عالی میں شور نہ کرو۔ بے ادبی نہ کرو۔ سربازار نہ کہو" **السلام علیك یا رسول الله**"۔ "**الصلوٰۃ والسلام علیك یا رسول الله**" اس کا سلیقہ ہے پہلے دو رکعت ادا کرو۔ التحیات میں بیٹھ کر کہو۔ **السلام علیك ایھا النبی**۔ الفاظ میں ہی فرق ہے۔ معنی میں تو کوئی فرق نہیں۔ تو پھر کہنے کا سلیقہ ہے۔ پڑھو، ہر وقت درود شریف پڑھو۔ لیکن اپنے دل کو اللہ کے حضور حاضر کرکے۔ تسبیحات میں رکھو۔ چلتے پھرتے، اٹھتے بیٹھتے، پڑھتے رہو۔ لیکن کوشش کرو کہ اپنے آپ کو باوضو رکھو۔ کوشش کرو کہ لباس نمازی ہو، پاک ہو، کوشش کرو کہ پاک محافل میں بیٹھو اور پاک جگہوں پر بیٹھو اب شراب خانے میں بیٹھ کر درود پڑھنے کی کیا تک ہے اور جب شراب خانے میں جاؤ گے تو تمہیں پڑھنے کون دے گا۔ وہ تو تمہاری زبان روک دیں گے اسی طرح ان شور شرابوں میں آپ کو وہ کہنے نہیں دیا جاتا جو اللہ نے کہنے کو کہا ہے۔ کسی کو آپ نے ان جشنوں میں درود ابراہیمی یا کوئی مسنون درود یا نماز والا درود پڑھتے سنا ہے؟ وہ "اللہ" ان ہنگاموں میں زبان سے نکلنے ہی نہیں دیتا پھر ادر الم غلم ہی نکلتے رہتے ہیں۔ تو میرے بھائیو! بہت بڑا احسان ہے اللہ کریم کا اس نے ہم میں آقائے نامدار ﷺ کو مبعوث فرمایا بات چلتی ہے بعثت محمد رسول اللہ ﷺ سے اور یہ سارے مسلمانوں کے لئے ہے میں غیر مسلموں

کو مخاطب نہیں کر رہا۔ کیونکہ اللہ نے انہیں مخاطب نہیں کیا۔ جن کو ایمان نصیب نہیں ہوا، ان کو جانے دو۔ احسان ہے میرا علی المومنین۔ جنہیں ایمان نصیب ہوا۔ جو مسلمان ہے، اگر اس کا اللہ کی توحید اور حضور اکرم ﷺ کی رسالت پر ایمان ہے تو اس کا احسان ہے کہ اللہ نے اپنا نبی ﷺ مبعوث فرمایا۔ اس لئے ہم یہ کوشش کرتے ہیں کہ لوگوں کو پھر سے اس نعمت کی یاد دلائیں اللہ کے اس احسان عظیم کی طرف متوجہ کریں اور یہ کوئی مقابلہ نہیں۔ لڑائی نہیں جیت ہار نہیں۔ ہم نے کوئی اپنی بات نہیں منوائی۔ ہم تو اللہ اور اس کے رسول ﷺ کی بات پہنچانا چاہتے ہیں کہ لوگ اس سے مستفید ہوں۔ ان کی نجات ہو۔ ان کو عشق نبی ﷺ نصیب ہو۔ انہیں اطاعت پیغمبر ﷺ نصیب ہو۔ انہیں اللہ کا قرب نصیب ہو۔ تو میرے بھائی اس خلوص کے ساتھ اس درد دل کے ساتھ یہ بڑی ہمت کی بات ہے کہ لوگوں کو ان خرافات سے بچاؤ اور ان میں یہ احساس پیدا کرو کہ کرنے کا کام یہ ہے۔ آپ اپنا جادۂ مستقیم چھوڑ کر کافروں کی رسومات کے پیچھے مت جاؤ۔ کسی مومن کو زیب نہیں دیتا۔ اللہ کریم ہم سب کی خطاؤں سے درگزر فرمائے۔ ایک بات جاتے جاتے بھی کہہ دوں۔ قرآن کریم نے اور بھی مختلف مقامات پر حضور اکرم ﷺ کا نام نامی لے کر ذکر فرمایا۔ یہ بڑی عجیب بات ہے علماء تشریف فرما ہیں۔ علماء جانتے ہیں اور علماء دیکھیں گے فرمایا، نام نامی لے کر ذکر خیر ملتا ہے۔ فرمایا۔ وَ مَا مُحَمَّدٌ اِلَّا رَسُوْلٌ ﷺ (سورہ الاعمران آیت 144) نام نامی آیا ساتھ صفت رسول اللہ ﷺ آ گئی۔ یعنی قرآن کریم نے نام نامی لیا۔ مَا كَانَ مُحَمَّدٌ اَبَآ اَحَدٍ مِّنْ رِّجَالِكُمْ وَلٰكِنْ رَّسُوْلَ اللّٰهِ وَخَاتَمَ النَّبِيّٖنَ (سورہ الاحزاب آیت 40) پھر نام نامی لیا ساتھ رسالت اور ختم نبوت آ گئی یعنی میلاد کا ذکر تو کوئی نہیں آیا۔ پھر نام نامی لیا۔ مُحَمَّدٌ رَّسُوْلُ اللّٰهِ وَ الَّذِيْنَ مَعَهٗٓ (سورۃ الفتح آیت 29) محمد اللہ کے رسول ہیں۔ چوتھی دفعہ پھر نام نامی آیا۔ قرآن حکیم میں وَالَّذِيْنَ اٰمَنُوْا وَعَمِلُوا الصّٰلِحٰتِ وَ اٰمَنُوْا بِمَا نُزِّلَ عَلٰى مُحَمَّدٍ (سورۃ محمد آیت 2) پھر بات رسالت، نبوت اور قرآن حکیم کی آ گئی۔ چار جگہ محمد ﷺ نام نامی لے کر اللہ نے قرآن میں حضور اکرم ﷺ کا ذکر فرمایا۔ چاروں جگہ ساتھ رسالت کا قرآن کا نزول احکام کا ذکر ہے۔ یعنی بعثت عالی رسالت و نبوت، کمالات نبوت و رسالت کا ذکر ہے۔ میلاد کا ذکر نہیں ہے۔ آپ روز قرآن پڑھتے ہیں دیکھیں اللہ کریم جہاں بھی حضور اکرم ﷺ کا نام نامی لے کر ذکر خیر فرماتے ہیں ساتھ رسالت و نبوت کا ذکر فرماتے ہیں تو کیوں اس کو چھوڑ کر ہم رسومات کے پیچھے جا رہے ہیں؟ کتنی اہمیت ہے اس بات کی کہ حضور اکرم ﷺ اللہ کے رسول ﷺ ہیں۔ اور یہاں دنیا میں جھگڑا تو اسی بات پر ہے ورنہ حضور اکرم ﷺ کو کافر بھی صادق اور امین تو کہتے تھے۔ اللہ کریم فرماتے ہیں میرے حبیب ﷺ آپ گھبرائیں نہیں۔ یہ آپ کو جھوٹا نہیں کہتے یہ بدنصیب تو میری آیات کو سچ جانتے ہوئے جھوٹا کہتے ہیں میرے احکام کی، میری آیات کی، میری باتوں کی تکذیب کر رہے ہیں آپ کو تو صادق اور امین کہتے ہیں۔ تو پھر یہ کہنے کی باتیں نہیں یہ کرنے کی باتیں ہیں۔ یہ جاننے کی بات نہیں یہ ماننے کی بات ہے۔ اللہ کریم ہمیں حضور اکرم ﷺ کی اس شان سے آشنا بھی کرے، اس پر یقین و ایمان بھی عطا کرے اور اس سے ہمیں برکات دو جہاں بھی عطا فرمائے

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اللہ اللہ اللہ۔ الحمدللہ الحمدللہ الحمدللہ رب العالمین۔ والصلوٰۃ والسلام علیٰ حبیبہ محمد وآلہٖ وصحبہٖ اجمعین اللھم ربنا لاتقبلنا بغضبك ولا تھلکنا بعذابك واعف عنا قبل ذلك واعفاعناقبل

ذلك واعف عنا وقبل ذلك اللّٰهم لاتسلط علينا من لا يرحمنا انت ولينا في سفرنا وحفرنه في مالنا واهلنا انت ولينا في الدنيا والاخرة توفنا مسلمين و الحقنا بالصلحين اللهم انصر الاسلام والمسلمين اللهم ايد الاسلام والمسلمين اللهم اعز الاسلام والمسلمين فانك علي كل شئي قدير

یااللہ! ہمیں بخش دے۔ ہمارے والدین کو بخش دے۔ ہمارے ملنے جلنے والوں کو بخش دے۔ یااللہ! سارے مسلمانوں کو بخش دے۔ سب کو ہدایت پر جمع فرما۔ اتفاق واتحاد عطا فرما۔ دین کی توفیق عطا فرما۔ حضور اکرم ﷺ سے تعلق نصیب فرما۔ یااللہ! ہمیں محمد رسول اللہ ﷺ سے جوڑ دے۔ یااللہ! محمد رسول اللہ ﷺ سے ہمارے دل جوڑ دے۔ آپ ﷺ کے قدموں سے ہمارے دل جوڑ دے۔ بعثت عالی ﷺ کی اہمیت سمجھنے کی توفیق عطا فرما۔ اس کی عظمت کو جاننے کی توفیق عطا فرما۔ اور ہمیں توفیق عطا فرما کہ ہم حضور اکرم ﷺ کی اس شان کو عالم اسلام میں پھیلا سکیں۔ لوگوں کو پھر سے احساس ذمہ داری دلا سکیں۔ یااللہ! مسلم کو اس کا بھولا ہوا سبق یاد دلا سکیں اللہ ہم گنہگاروں کو اس کی توفیق عطا فرما۔ اللہ کریم! ہمارے حال پر رحم فرما۔ اللہ اس ملک کو ہمیشہ قائم رکھ۔ اللہ اس ملک کو تا قیامت قائم رکھ۔ اللہ اس پر حق وانصاف کی حکومت قائم کر۔ اس پر محمد رسول اللہ ﷺ کی حکومت قائم فرما۔ اس پر قرآن کریم کی حکومت قائم فرما۔ اس پر اسلام کی حکومت قائم فرما۔ اے اللہ! اسے روشنی کا مینار بنا دے۔ چار دانگ عالم میں تیری اور تیرے نبی ﷺ کی عظمت کا پیغام گونجے۔

وصلى الله تعالیٰ علی حبیبه محمد وآله واصحابه اجمعین بر حمتك یاارحم الرحمین

قرآن اور اسکی حفاظت

اللہ نے فرمایا میں نے قرآن نازل کیا ہے میں اس کی حفاظت کرونگا اس سے مراد یہ ہے کہ قرآن کے الفاظ جو اللہ نے نازل فرمائے وہ ہو بہو روئے زمین پر من وعن قائم رہیں گے ان میں تبدیلی نہیں ہوگی اور یہ حفاظت اللہ کرینگے۔ اب اگر قرآن حکیم کو زمین پر رہنا ہے تو زمین پر بسنے والی مخلوق قرآن کی حامل رہے گی کوئی بندہ ہوگا جو قرآن پڑنے والا ہوگا' جو قرآن لکھنے والا ہوگا' جو قرآن یاد کرنیوالا ہوگا ایسے لوگ ہونگے جو قرآن کو مانیں گے بھی پڑھیں گے بھی' پڑھائیں گے بھی تب ہی قرآن کی حفاظت ہوگی۔ پھر قرآن احکام ربانی کا مجموعہ ہے اور اس کے سمجھنے کی ضرورت ہے اس کا معنی یہ ہے کہ قرآن فہمی کو بھی حفاظت الٰہیہ حاصل ہوگی اور قرآن اپنے مفاہیم ومطالب کے ساتھ موجود رہے گا۔ اس حفاظت الہیہ میں کئی باتیں آ گئیں قرآن کا متن محفوظ رہے گا۔ قرآن کے حامل انسان محفوظ رہیں گے' قرآن پر عمل کریں گے' قرآن کو سمجھیں گے' قرآن کو پڑھیں گے' قرآن کو پڑھائیں گے' سمجھتے ہونگے اور سمجھا سکتے ہونگے۔ یہ سارا نظام جو ہے اس حفاظت کے حصار میں آ گیا جب اللہ نے کہہ دیا کہ میں قرآن کی حفاظت کرونگا تو قرآن اگر فرشتوں کے پاس رہے یا لوح محفوظ میں رہے تو وہاں تو اس کی حفاظت ہو رہی ہے۔ حفاظت الٰہیہ تو اس عالم انسانیت اور اس زمین پر ضرورت تھی جس کا وعدہ کیا گیا اور یہاں حفاظت جب ہوگی تو قرآن کے پڑھنے والے' قرآن کو ماننے والے' قرآن پر عمل کرنے والے اور قرآن کو سمجھنے والے لوگ ہونگے تب رہی گی۔ تو اس کا مطلب ہے کہ آج بھی اللہ کے ایسے بندے ہیں جنہیں یہ حفاظت الہیہ حاصل ہے جو قرآن سمجھتے ہیں' جو قرآن سمجھاتے ہیں' جو قرآن پڑھتے ہیں' جو قرآن پڑھاتے ہیں' جن کے عقائد کتاب اللہ کے مطابق ہیں۔ جن کا کردار اللہ کی کتاب کے مطابق ہے اور وہ لوگ ہیں جنہیں اللہ نے اس کام کے لئے پسند کرلیا۔ ہمیں وہ پسند آئیں نہ آئیں' ہمیں ان کی شکل وصورت اچھی لگے یا نہ لگے' ہم انہیں اچھا سمجھیں یا نہ سمجھیں' اس میں ہماری پسند کو دخل نہیں۔ یہ اس کی پسند ہے کہ اس نے کس کو اس کام کے لئے پسند کرلیا اور کس کو اس خدمت پر مامور کر دیا اور کس سے ان برکات کو آگے چلا رہا ہے۔ یہ اس کا اپنا کام ہے۔

امیر محمد اکرم اعوان

اللہ کی رضامندی دین اسلام میں

بیان شیخ المکرم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ 09-12-11 دارالعرفان منارہ چکوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ
وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ
اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ
بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

یٰٓاَیُّھَا الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا لَا تَسْئَلُوْا عَنْ اَشْیَآءَ اِنْ
تُبْدَ لَکُمْ تَسُؤْکُمْ ۚ وَ اِنْ تَسْئَلُوْا عَنْھَا حِیْنَ
یُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ تُبْدَ لَکُمْ ۭ عَفَا اللّٰہُ عَنْھَا ۭ
وَاللّٰہُ غَفُوْرٌ حَلِیْمٌ ۝١٠١ قَدْ سَاَلَھَا قَوْمٌ مِّنْ
قَبْلِکُمْ ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِھَا کٰفِرِیْنَ ۝١٠٢ مَا
جَعَلَ اللّٰہُ مِنْ بَحِیْرَۃٍ وَّلَا سَآئِبَۃٍ وَّلَا
وَصِیْلَۃٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰکِنَّ الَّذِیْنَ کَفَرُوْا
یَفْتَرُوْنَ عَلَی اللّٰہِ الْکَذِبَ ۭ وَاَکْثَرُھُمْ لَا
یَعْقِلُوْنَ ۝١٠٣ وَاِذَا قِیْلَ لَھُمْ تَعَالَوْا اِلٰی مَآ
اَنْزَلَ اللّٰہُ وَاِلَی الرَّسُوْلِ قَالُوْا حَسْبُنَا مَا
وَجَدْنَا عَلَیْہِ اٰبَآءَنَا ۭ اَوَلَوْ کَانَ اٰبَاۗؤُھُمْ لَا
یَعْلَمُوْنَ شَیْـًٔا وَّلَا یَھْتَدُوْنَ ۝١٠٤ یٰٓاَیُّھَا
الَّذِیْنَ اٰمَنُوْا عَلَیْکُمْ اَنْفُسَکُمْ ۚ لَا
یَضُرُّکُمْ مَّنْ ضَلَّ اِذَا اھْتَدَیْتُمْ ۭ اِلَی اللّٰہِ
مَرْجِعُکُمْ جَمِیْعًا فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ
تَعْمَلُوْنَ ۝١٠٥

اَللّٰھُمَّ سُبْحٰنَکَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا
عَلَّمْتَنَا اِنَّکَ اَنْتَ الْعَلِیْمُ الْحَکِیْمُ
مَوْلَایَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا
عَلٰی حَبِیْبِکَ خَیْرِ الْخَلْقِ کُلِّھِمِ

سادہ سا ترجمہ اس کا یہ ہے کہ اے ایمان والو! ایسی چیزیں نہ پوچھا کرو کہ جو بیان کر دی جائیں تو پھر تمہیں وہ اچھی نہ لگیں اور اگر اس حال میں تم پوچھو گے کہ قرآن نازل ہو رہا ہے اور حضور اکرم ﷺ پہ سوال کرو گے تو بیان کر دی جائیں گی وحی آجائے گی اس کا جواب آجائے گا۔ عفا اللہ عنھا جو اس سے پہلے گزر چکا۔ جو ہو چکا اللہ کریم اس سے معاف فرماتے ہیں اسلئے کہ اللہ مغفرت والے اور بہت حلم والے ہیں تم لوگوں سے پہلے جو قومیں گزری ہیں انہوں نے ایسا کیا تھا انبیاء کے ساتھ سوالات کئے، مین میخ نکالی باتوں کی اور جب وہ باتیں واضح ہو گئیں تو پھر انکار کر بیٹھے۔ لہٰذا آپ زیادہ سوال نہ کیا کریں۔ یہ بڑی خوبصورت بات ہے اور بڑی نازک بات ہے عمل کرنے کے لئے جاننا شرط ہے کسی بات پر عمل تب ہی بندہ کر سکتا ہے جب اس بات کو جانتا ہو اور جاننے کے لئے پوچھنا

پڑتا ہے لیکن یہاں بات کی نزاکت یہ ہے کہ آپ نے کوئی چیز پوچھی، حضور اکرم ﷺ نے فرمادی تو جس طرح حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس میں جو آپ کی سمجھ میں آیا اس کے مطابق عمل کریں۔ اس پہ جرح قدح نہ کریں زیادہ مین میخ نہ نکالیں۔ جو حضور اکرم ﷺ نے بات فرمادی آپ نے سن لی جس طرح آپ نے سمجھی اس پہ عمل کریں بس بات ختم ہوگئی اور اگر آپ اس پر جرح کریں گے تو وحی نازل ہورہی ہے آپ مختلف سوالات کریں گے مختلف چیزیں پوچھیں گے جواب اللہ کی طرف سے آئے گا۔ حضور اکرم ﷺ اپنی طرف سے تو جواب نہیں دیتے۔ مَا یَنۡطِقُ عَنِ الۡہَوٰی ﴿۳﴾ اِنۡ ہُوَ اِلَّا وَحۡیٌ یُّوۡحٰی ﴿۴﴾ (سورۃ النجم)۔ حضور اکرم ﷺ اپنی طرف سے ارشاد نہیں فرماتے جب تک اللہ کی طرف سے وحی نہیں آتی۔ تو پھر ایسی چیزیں جن کی وضاحت ہوجائے اور پھر وہ تمہیں ناگوار لگیں وہ پوچھتے کیوں ہو؟ پوچھنا چھوڑ دو۔ یعنی جاننے کے لئے جو ضروری ہے وہ ضرور پوچھو لیکن کچھ لوگوں کو سوالات کرنے کی عادت ہوتی ہے وہ اس بات پہ مطمئن نہیں ہوتے۔ پھر مختلف قسم کے سوالات آگے بڑھاتے جاتے ہیں اس طرح تشریح کراتے جاتے ہیں۔ نتیجتاً جتنے سوالات کئے جائیں گے اتنی مشکلات بڑھیں گی ساتھ یہ بھی فرمایا کہ نزول وحی کے دوران تم پوچھو گے تو جواب تو اللہ کی طرف سے آئیں گے پھر اس میں کوئی بہانہ بنانے کی یا کوئی کمزوری دکھانے کی کوئی گنجائش نہیں رہے گی۔ یہی روش مشائخ کے ساتھ بھی اختیار کی جاتی ہے مشائخ سے بھی پوچھا جاتا ہے مثلاً کسی شخص نے پوچھا جی مجھے کوئی وظیفہ بتائیں انہوں نے کہہ دیا کہ درود شریف پڑھو بات ختم ہوگئی بہت سے درود ہیں جو حدیث میں بھی وارد ہیں وہ شخص کوئی سا درود شریف پڑھنا شروع کردیتا ہے اپنی مرضی سے ایک تسبیح مقرر کرلیتا ہے، دو کر لیتا ہے، پانچ کرلیتا ہے تو اسے جو فائدہ مطلوب تھا وہ حاصل ہوگا لیکن اگر وہ سوال کرتا ہے کہ جی کون سا درود پڑھوں ایک اور سوال کیا انہوں نے فرمادیا، فلاں درود پڑھو ایک اور پابندی لگ گئی اب وہی درود پڑھنا اس کے لئے ضروری ہوگیا پھر اگر ایک اور سوال کرے کہ کتنی بار پڑھوں وہ فرمادیں گے 5 تسبیح پڑھو پھر مجبوری ہو جائے گی اب فائدہ تب ہوگا جب وہی درود اتنی ہی بار روزانہ پڑھے تو یہ فالتو سوالات ہوتے ہیں ان سے بچنا چاہیے۔ یہ بارگاہ نبوی ﷺ میں نہ کئے جائیں یہاں ایک اور بات بھی ضمناً بڑی واضح طور پر آگئی نزول وحی کا سلسلہ حضور اکرم ﷺ کے بعد بند ہوگیا کہ اگر آپ کی خدمت میں مختلف سوال کرو گے تو حِیۡنَ یُنَزَّلُ الۡقُرۡاٰنُ تو اس وقت تو قرآن نازل ہورہا ہے وحی نازل ہورہی ہے تُبۡدَ لَکُمۡ اس کا جواب آجائے گا اس کا مطلب ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد کسی اور پر وحی نہیں آئے گی لہٰذا ہمارے یہاں مختلف لوگوں نے نبی ہونے کے جو دعوے کئے وہ بھی باطل ثابت ہوتے ہیں کہ وحی حضور اکرم ﷺ پر ختم ہوگئی اس کے بعد اگر کوئی دعویٰ کرتا ہیکہ اس پر وحی آتی ہے تو وہ کذاب ہے اور جو اس سے پہلے سوال جواب ہوچکے۔ فرمایا اللہ معاف کرنے والا ہے وہ بڑا بخشنے والا ہے، بڑا بردبار ہے اور بڑا حلم والا ہے۔ یہ اسی کی عظمت ہے اور اس کے حلم کی عظمت ہے کہ انسانوں کو ان کے موجودہ کردار سمیت برداشت کررہا ہے زمین نہیں پھٹتی آسمان سے عذاب نہیں آتا لوگوں کی ظاہری شکلیں نہیں بگڑتیں اور یہ معجزات آقائے نامدار ﷺ اور آپ کی برکات میں سے ہے آپ ﷺ نے فرمایا کہ اللہ کریم نے مجھے جو خصوصیات دی ہیں ان میں ایک یہ بھی ہے کہ اجتماعی طور پر قومیں غرق نہیں ہوں گی اجتماعی عذاب نہیں آئیں گے یا پہلے جس طرح قوموں کی شکلیں مسخ ہوکر بندر خنزیر بن جاتے تھے اس طرح کے اجتماعی عذاب میرے دنیا میں تشریف لانے کے بعد اللہ نے ختم کردیئے۔ لیکن ہمیں دیکھنا یہ ہوگا کہ جن قوموں پر عذاب

آئے ان کا کردار کیا تھا اور کیا کہیں آج ہم ویسے ہی کام تو نہیں کر رہے جیسے وہ کرتے تھے؟ تو بے شک اجتماعی عذاب نہ بھی آئے لیکن اس کردار کا ردعمل ضرور وارد ہوتا ہے کہ ظاہری شکلیں نہ بگڑیں روح کی شکل انسانی نہیں رہتی ۔ روح کی شکلیں بگڑ جاتی ہیں اور علمائے حق فرماتے ہیں کہ ایمان کا نام زندگی ہے۔ زندگی اسے حاصل ہے۔ جس میں نورِ ایمان ہے۔ ورنہ اس کی روح حیات نہیں پاتی ایک جانور کی طرح جیتا ہے۔ قرآن نے فرمایا: اُولٰٓئِکَ کَالْاَنْعَامِ بَلْ هُمْ اَضَلُّ ؕ اُولٰٓئِکَ هُمُ الْغٰفِلُوْنَ یہ چوپاؤں کی طرح ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے ہیں کہ انہیں تو اللہ نے تخلیق ہی جانور کیا انہیں انسان بنایا انسانی عظمت سے نوازا پھر ان کا کردار حیوانوں جیسا ہو گیا اس میں دو باتیں واضح کر دیں ایک تو یہ کہ بارگاہ رسالت سے جو حکم سنو جس طرح سمجھا ہے اس پر عمل کرو نبی کریم ﷺ جب غزوۂ خندق سے پلٹے تو تیس دن سے زیادہ غزوہ جاری رہا۔ مشرکین عرب کی طرف سے مدینہ منورہ کا محاصرہ رہا اور بڑے لشکر سے مقابلہ رہا اور کفار و مشرکین کی بڑی جمعیت جمع ہوئی تھی بالآخر انہیں محاصرہ چھوڑ کر بھاگنا پڑا یعنی خود نبی کریم ﷺ مسلسل محاذ جنگ پر رہنے سے تھک چکے تھے صحابہؓ نڈھال ہو چکے تھے پھر کھانے پینے کو کچھ نہیں ملتا تھا لوگوں نے پیٹ پر کس کر پتھر باندھے ہوئے تھے عربوں کی ایک عادت تھی فاقہ ہو تو پیٹ میں ہوا بھر جاتی ہے وہ پیٹ پر پتھر رکھ کر اوپر کس کر باندھ لیتے تھے۔ اس سے افاقہ رہتا تھا تو یہ واقعات بھی ملتے ہیں کہ ایک صحابیؓ نے اپنے پیٹ سے کرتہ اتار کر حضور اکرم ﷺ کو دکھایا تو اس پر پتھر باندھ رکھا تھا تو حضور اکرم ﷺ نے کرتہ اٹھایا تو آپ نے پیٹ مبارک پر دو پتھر باندھے ہوئے تھے۔ تو اس حال میں سردی بھی تھی اور مسلسل ایک مہینے سے زیادہ رات دن حالت جنگ میں رہنے کے بعد مشرکین کو اللہ نے ہزیمت و شکست دی ان پر غیبی لشکر بھیج دیئے آندھیاں اور طوفان بھیج دیئے وہ بھاگ گئے حضور اکرم ﷺ واپس تشریف لائے۔ آپ ﷺ نے سر اقدس سے خود مبارک اتارا اور سر پر دست اقدس سے پانی ڈالا ایک چلو، دوسرا، تیسرا ڈالنے لگے تو وحی نازل ہوئی کہ پہلے یہود کی خبر لیجیے۔ یہود کا جو قبیلہ جو اس سازش کے بنانے میں شریک تھا جو مشرکین کے ساتھ تعاون بھی کرتا رہا مسلمانوں کے خلاف جاسوسی بھی کرتا رہا اور اسلحہ وغیرہ سے انہیں مسلح بھی کرتا رہا اسے کیفر کردار تک پہنچایئے اس لئے حکم ہوا کہ زرہ مت اتاریئے اور پہلے بنو قریظہ تشریف لے جائے۔ آپ ﷺ نے تمام مجاہدین، صحابہ کرامؓ کو حکم دے دیا کہ عصر کی نماز بنو قریظہ پہنچ کر پڑھیں چند میل کا فاصلہ تھا جہاں بنو قریظہ کا قلعہ وغیرہ اور وہ لوگ تھے۔ صحابہؓ فوراً چل دیئے یہ بڑے عجیب لوگ تھے جو اللہ کریم نے اپنے نبی ﷺ کی رفاقت کے لئے پیدا فرمائے تھے ان میں سوال کرنے یا بہانے بنانے کی بات نہیں تھی وہ سنتے تھے اور اس پر عمل کرتے تھے اب حکم ہوا کہ عصر کی نماز وہاں جا کر پڑھو آدھے راستے میں پہنچے تو عصر کا وقت ہو گیا تو کچھ صحابہ کرامؓ نے کہا کہ حضور ﷺ کا منشائے عالی یہ تھا کہ وہاں جلدی پہنچو نماز تو ادا کرنی ہی ہے وہاں پہنچ کر بھی کرنی ہے یہاں پڑھ لیں تو اول وقت میں ادا ہو جائے گی کچھ لوگوں نے کہا کہ بھئی سادہ سا حکم ہے کہ عصر کی نماز بنو قریظہ جا کر پڑھو بات ختم ہو گئی اس پر عمل ہو گا یوں دو رائے ہو گئیں۔ چنانچہ کچھ لوگ چلے گئے اور کچھ لوگوں نے عصر کی نماز وہیں ادا کرنا شروع کر دی باقی لوگوں نے وہاں پہنچ کر ادا کر لی وہاں پہنچ کر پڑھنے والے جب نماز سے فارغ ہوئے تو وہ لوگ وہاں پہنچ گئے جنہوں نے راستے میں ہی پڑھ لی تھی اس اثناء میں نبی علیہ الصلوۃ السلام بھی جلوہ افروز ہوئے تو یہ بات پیش کی گئی کہ یا رسول اللہ ﷺ کچھ لوگوں نے راستے میں نماز پڑھ لی کچھ نے یہاں آ کر نماز پڑھی آپ نے دونوں میں سے کسی کو منع نہیں فرمایا بلکہ حضور اکر

م صلی اللہ علیہ وسلم خاموش رہے دونوں کو صحیح تسلیم کیا اس لئے کہ ایک ارشاد عالی تھا اس سے دونوں پہلو نکلتے تھے دونوں پہلوؤں پر عمل ہو گیا تو یہ تو ہوتی ہے ان لوگوں کی بات جو عمل کرنا چاہتے ہیں کچھ لوگ ایسے ہوتے ہیں جو عمل نہیں کرنا چاہتے وہ بات کو طول دیتے ہیں اس رویے سے باز رکھا گیا ہے اس انداز سوال کی ممانعت آئی ہے۔ فرمایا بارگاہِ رسالت میں بار بار اس طرح کے سوال نہ کرو۔ یہیں سے علماء حق مسئلہ نکالتے ہیں کہ مرید کا شیخ سے بھی ایسا تعلق ہونا چاہیے کہ جو حکم ہو جس طرح سمجھے اس پر عمل کرلے۔ چونکہ وہ حکم شریعت کے مطابق ہوگا اس لئے کہ کوئی شیخ، کوئی بزرگ، کوئی پیر شریعت کے باہر حکم نہیں دے سکتا اور نہ دیتا ہے اگر کوئی شریعت کے خلاف کام کرنے کا حکم دیتا ہے تو وہ شیخ ہی نہیں ہے وہ اس قابل نہیں کہ اسے شیخ کہا جائے۔ کیونکہ اتباع تو شریعت کا کرنا ہے اور مشائخ شریعت مطہرہ پر عمل کے لئے راہنمائی کرتے ہیں اور ان میں ایک برکت ہوتی ہے کہ وہ مرید کے دل میں عمل کرنے کا جذبہ پیدا کردیتے ہیں ورنہ شرعی مسائل تو کتابوں سے بھی پتہ چل جاتے ہیں۔ بندہ پڑھ لیتا ہے کوئی بھی بتا دیتا ہے لیکن جنہیں اللہ جل شانہٗ کی طرف سے خصوصیت نصیب ہوتی ہے اور وہ مشائخ بنتے ہیں تو ان میں ایک کیفیت آجاتی ہے بارگاہ رسالت پناہی سے کہ جب بات بندہ سنتا ہے تو اس پر عمل کرنے کو بھی دل کرتا ہے فرمایا اس میں مین میخ نہ نکالو۔ سادہ سی بات جس طرح سمجھ آتی ہے اس پر عمل کرو۔ دوسری بات اس میں یہ فرمائی کہ حِيْنَ يُنَزَّلُ الْقُرْاٰنُ کہ جب قرآن نازل ہو رہا ہے وحی نازل ہو رہی ہے تو اب جو سوال کرو گے تو جواب اللہ کی طرف سے آئے گا اس میں اگر پابندی آگئی تو وہ مستقل شریعت ہوگی اور پھر پابندی کی تکلیف ہوگی۔ اس آیت سے یہ مفہوم بھی مترشح ہوتا ہے کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد وحی نہیں آئے گی اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے بعد کوئی دعویٰ کرتا ہے کہ اس پر وحی آتی ہے تو وہ جھوٹ بولتا ہے وہ کذاب ہے اور وہ مسلمان نہیں رہ سکتا۔

قَدْ سَاَلَهَا قَوْمٌ مِّنْ قَبْلِكُمْ (سورۃ المائدہ 102) تم میں سے پہلے بھی کچھ قومیں تھیں جن کے پاس نبیؑ آئے، انبیاءؑ آئے، رسولؑ آئے، صاحبان وحی آئے اور ان پر انہوں نے اسی طرح کے سوال کئے کہ جب جواب آئے ثُمَّ اَصْبَحُوْا بِهَا كٰفِرِيْنَ (سورۃ المائدہ102) تو پھر وہ ان کا انکار کر بیٹھے یہ تو ہم سے نہیں ہوتا اور انکار کی وجہ سے کفر میں چلے گئے تو فرمایا کہ بہت بڑا احتیاط کا معاملہ ہے جاننے کے لئے پوچھنا اور بات ہے اور محض کریدنے کے لئے اور بات کو الجھانے کے لئے سوال در سوال کئے جانا ایک اور بات ہے اتنا تھوڑا سا فرق ہوتا ہے اسی طرح فرمایا

مَا جَعَلَ اللّٰهُ مِنْۢ بَحِيْرَةٍ وَّلَا سَآئِبَةٍ وَّلَا وَصِيْلَةٍ وَّلَا حَامٍ ۙ وَّلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ۭ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورہ المائدہ103)

اللہ نے کوئی بحیرہ، سائبہ، وصیلہ حام وغیرہ نہیں بنایا کافروں نے اللہ پر جھوٹ بولا اور انکی اکثریت بیوقوف ہوتی ہے مشرکین عرب نے مختلف رواج بنا رکھے تھے مثلاً بتوں کے نام پر اونٹوں کو چھوڑ دیتے اور ان کا ایک نام رکھ دیتے پھر انہیں کوئی نہیں چھیڑتا تھا کہ یہ بت کے نام کا چھوڑا گیا ہے اسی طرح بحیرہ، سائبہ، وصیلہ حام ان میں تھوڑا تھوڑا فرق ہے کچھ اونٹ اس لئے چھوڑتے تھے کہ یہ اتنی دفعہ جفتی کر چکا ہے اس لئے بت کے نام پر چھوڑ دیا۔ کچھ مادہ اونٹنیاں اس لئے چھوڑ دیتے تھے کہ جتنی دفعہ اس نے بچے دیئے اس نے مادہ ہی بچہ دیا اتنے بچے دے چکی ہے اب اس کے بعد یہ بت کے نام پر آزاد ہے۔ پھر ان کی بڑی عزت کرتے اور انہیں بت کے نام پر چھوڑ دیتے تو اللہ کریم فرماتے ہیں کہ اللہ نے کوئی حکم نہیں دیا کسی کتاب نے اللہ کے کسی نبیؑ نے یہ بات نہیں بتائی کہ اس طرح جانوروں کو بتوں کے نام پر یا غیر اللہ کے نام پر چھوڑ دو۔

وَلٰكِنَّ الَّذِيْنَ كَفَرُوْا يَفْتَرُوْنَ عَلَى اللّٰهِ الْكَذِبَ ؕ وَاَكْثَرُهُمْ لَا يَعْقِلُوْنَ (سورة المائدہ 103) کہ یہ کافروں کی کیسی بدبختی ہے کہ ان کے جہنم جانے کے لئے تو کفر ہی کافی ہے مزید اس پر رسومات بنا کر اللہ پر جھوٹ بولتے ہیں تو مزید اپنے اوپر بوجھ لاد رہے ہیں اللہ کریم پر جھوٹ بول رہے ہیں اور یہ بہت بڑی بے وقوفی کی بات ہے یہ بہت بڑی زیادتی کی بات ہے۔ یہ اپنے ساتھ زیادتی کر رہے ہیں۔ ایسے بیوقوف ہیں کہ اپنی تباہی کے اسباب کر رہے ہیں یہ معاملہ بڑا نازک ہے۔ یہ مشرکانہ رواج آج مسلمانوں میں در آئے ہیں اور یہ رسومات پورے عالم اسلام میں کم ہیں اور برصغیر میں بہت زیادہ ہوچکی ہیں ایک وجہ ہندو معاشرے کے خرافات ہیں اور دوسری وجہ حکمران ہیں برصغیر میں کچھ حکمران ایسے گزرے ہیں جنہوں نے کوشش کی کہ ہندو مسلم اکٹھے ہوجائیں تاکہ وہ ان پر حکومت کرتے رہیں جیسے مغلوں میں سے اکبر کا نام لیا جاتا ہے کہ بہت سی رسومات جو ہندوؤں میں، مسلمانوں میں آگئیں اب وہ اتنی راسخ ہوگئی ہیں کہ لوگ فرائض ترک کر سکتے ہیں، صلوۃ پنجگانہ چھوڑ سکتے ہیں، روزہ نہیں رکھتے لیکن ان رسومات پر ضرور عمل کرتے ہیں۔ کچھ تو شادی بیاہ کے معاملے میں ہیں اور کچھ موت کے معاملے میں بھی ہیں اور دوسرے دیگر امور میں بھی بے شمار ایسی رسومات ہیں جن کی دین میں کوئی اصل نہیں اور پھر ایسی رسومات ایجاد کرنا جو قرآن وسنت سے ثابت نہ ہوں اور ان پر عمل کو ثواب بھی سمجھنا اس کو بدعت کہتے ہیں۔ بدعت کا لفظی معنی تو ہوتا ہے کوئی نیا کام شروع کرنا لیکن نئے کام تو بے شمار ہوتے ہیں نیا کپڑا بناتے ہیں، نیا جوتا بناتے ہیں، نیا مکان بناتے ہیں، نیا گھر بناتے ہیں، نئے نئے کام ہوتے ہیں بدعت کہتے ہیں کسی نئے کام کو شریعت میں داخل کرنا اور اسے نبی کریم ﷺ سے منسوب کرنا۔ وہ کام بدعت ہے جو حضور اکرم ﷺ نے نہیں بتایا قرآن نے نہیں بتایا، قرآن وسنت میں نہیں ہے اپنی طرف سے بنا کر اسے ثواب بھی کہا جائے تو یہ بہت بڑی زیادتی ہے یہ اتنا بڑا جرم ہے کہ کوئی بندہ اپنی طرف سے ایک بات ایجاد کرتا ہے اور اسے کہتا ہے کہ یہ ثواب ہے تو اس کا مطلب ہے کہ وہ اپنی نبوت کا دعویٰ کر رہا ہے لوگ ناسمجھی میں عجیب عجیب باتیں کرتے ہیں۔ میرے پاس کل ایک خط تھا۔ کہ میں نے عشاء کے بعد دو نفل پڑھے اور اللہ سے دعا کی کہ یا اللہ مجھے کوئی ایسا کام بتا دے جو میں کیا کروں۔ تو مجھے کوئی سمجھ نہیں آئی۔ فلاں بندے نے کتاب میں لکھا تھا کہ ایسا کرو۔ میں نے کہا خدا کے بندے کیا تو نبوت کی تمنا رکھتا ہے؟ اگر نہیں رکھتا تو تُو محمد رسول اللہ ﷺ کا امتی ہے تو پھر کون سا کام ہے جس میں حضور اکرم ﷺ نے راہنمائی نہیں فرمائی پھر تو تیرے لئے وہ کافی ہے جو حضور اکرم ﷺ نے فرمایا اس پر عمل کر اور اگر تو چاہتا ہے کہ اس سب کے باوجود قرآن وسنت کے باوجود تجھے براہ راست اللہ کچھ اور کام بتائے تو اس کا مطلب ہے کہ پھر تو نبوت کا متمنی ہے اور یہ کتنی جاہلانہ بات ہے۔

اسی طرح پرسوں کچھ لوگ ملنے کے لئے آئے کہ جی ہمیں کچھ پڑھنے کے لئے بتائیں۔ میں تلاوت کر رہا تھا میں نے کہا قرآن پڑھتے ہو؟ یہ تیس پارے پڑھنے کے لئے ہیں۔ کہنے لگے ہمارا مطلب ہے کوئی وظیفہ بتا دیں میں نے کہا یہی وظیفہ ہے روز پڑھو ایک رکوع پڑھو یا ڈیڑھ پڑھو، پارہ پڑھو، دو پارے پڑھو، چار پارے پڑھو، ترجمہ پڑھو سمجھنے کی کوشش کرو اس سے بڑا وظیفہ کون سا ہوگا؟ اللہ کا کلام ہے اس سے بڑا وظیفہ کیا ہوگا؟ تو یاد رکھیں کہ دین مکمل ہوگیا۔ اَلْيَوْمَ اَكْمَلْتُ لَكُمْ دِيْنَكُمْ وَاَتْمَمْتُ عَلَيْكُمْ نِعْمَتِيْ وَرَضِيْتُ لَكُمُ الْاِسْلَامَ دِيْنًا ؕ

(المائدہ 3) اس میں تین باتیں آگئیں ایک بات یہ کہ دین مکمل ہوگیا اس میں کوئی کمی بیشی ممکن نہیں۔ دوسری بات یہ ہے کہ **وَاَتۡمَمۡتُ عَلَيۡكُمۡ نِعۡمَتِىۡ** جتنی نعمتیں اللہ کریم سے بندہ حاصل کرسکتا ہے وہ سب اس دین کے اندر سمودی گئیں اس سے باہر کوئی ایسا عمل، کوئی ایسا وظیفہ نہیں ہے کہ وہ کوئی ایسی مزید نعمتیں لائے **وَرَضِيۡتُ لَـكُمُ الۡاِسۡلَامَ دِيۡنًا‌ ؕ** اور اللہ نے دین اسلام کو اپنی رضا مندی کا مظہر بنا دیا ہے اور اس سے باہر نکل کر رضائے الٰہی حاصل ہوسکتی ہے نہ کوئی نعمت حاصل ہوسکتی ہے نہ رضائے الٰہی کا کوئی شمہ حاصل ہوسکتا ہے سب کچھ اس دین کے اندر ہے ایک یہودی عالم نے سیدنا فاروق اعظمؓ سے عرض کیا کہ اگر یہ آیت ہم پر نازل ہوتی، ہماری کتاب میں ہوتی تو ہم اس کے نزول کے دن کو عید کا دن مناتے اور ہر سال مناتے۔ آپؓ نے فرمایا تم جاہل اور بے وقوف ہو، یہ آیت نازل ہوئی تھی حجۃ الوداع کے موقع پر، یوم عرفہ میں، جب حضور اکرم ﷺ عرفات میں جلوہ افروز تھے۔ تو ہر سال عرفات میں مسلمانانِ عالم اسی طرح جمع ہوتے ہیں اور لاکھوں کی تعداد میں جمع ہوتے ہیں اسی دن ہمارا حج بھی ہوتا ہے وہ جمعے کا دن تھا اور روئے زمین پر ہر مسلمان جمعہ پڑھنے کی کوشش کرتا ہے، ہر شہر، ہر قصبے، ہر گاؤں میں جمعے کا اجتماع ہوتا ہے۔ اس سے بڑی عید اور کیا ہوگی؟ تم اس سے بڑا اور کیا کرتے ہم تو اللہ کریم کا شکر ادا کرتے ہیں کہ جمعے کا دن تھا، یوم عرفہ تھا، حضور اکرم ﷺ عرفات میں جلوہ افروز تھے اسی دن حج بھی تھا اور یہ آیۃ کریمہ نازل ہوئی تو اب بھی مسلمان یوم عرفہ کو بھی وہاں جمع ہوتے ہیں اور جمعے کو بھی روئے زمین پر جہاں مسلمان ہیں جمعہ ادا کرتے ہیں۔ کوشش کرتے ہیں لہٰذا ہم تو یہ عید ہر ہفتے بھی مناتے ہیں ہر سال بھی مناتے ہیں اب دین کے باہر اسلام کے باہر قرآن و سنت کے باہر جو شخص کوئی فائدہ حاصل کرنا چاہتا ہے۔ فرمایا: **لَا يَعۡقِلُوۡنَ** ان میں عقل نہیں ہے۔ یہ بے وقوف ہے جو ایسا کرتا ہے کوئی وظیفہ، کوئی چلہ، کوئی عبادت جو قرآن و سنت اور حضور اکرم ﷺ سے ثابت نہیں اسے بطور عبادت کرتا ہے جہالت ہے۔ اپنے آپ کے ساتھ ظلم ہے اس سے بندہ گمراہ تو ہوسکتا ہے ہدایت نہیں پا سکتا۔ **وَاِذَا قِيۡلَ لَهُمۡ تَعَالَوۡا اِلٰى مَاۤ اَنۡزَلَ اللّٰهُ وَاِلَى الرَّسُوۡلِ قَالُوۡا حَسۡبُنَا مَا وَجَدۡنَا عَلَيۡهِ اٰبَآءَنَا‌ ؕ اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـئًا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ** (سورہ المائدہ 104) فرمایا جب ان سے کہا جائے اس بات پہ آؤ جو اللہ نے نازل فرمائی ہے اور جو حضور اکرم ﷺ کا ارشاد ہے جو حضور اکرم ﷺ پر نازل ہوئی جو اللہ نے حضور اکرم ﷺ کے طفیل ہمیں بتائی اس بات پر آؤ۔ تو کہتے ہیں کہ ہمیں کافی ہے جو ہمارے باپ دادا سے ہم نے پایا اگر ہم یہ کام کریں تو اسکا مطلب ہے کہ ہم اپنے باپ داداؤں کو جاہل سمجھ لیں۔ انہیں بے وقوف سمجھ لیں اور ہم زیادہ عقل مند بن جائیں۔ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں **اَوَلَوۡ كَانَ اٰبَآؤُهُمۡ لَا يَعۡلَمُوۡنَ شَيۡـئًا وَّلَا يَهۡتَدُوۡنَ** خواہ ان کے آباء نہ علم ہی رکھتے ہوں اور نہ ہدایت ہی رکھتے ہوں یعنی اگر معاذ اللہ کسی کے بزرگ والدین یا کسی کے آباء باپ دادا گمراہ تھے تو گمراہی میں باپ دادا کی پیروی درست نہیں ہے۔ بلکہ طے شدہ امر ہے کہ جو اللہ نے محمد رسول اللہ ﷺ پر نازل فرمایا تو صرف وہ بات عنداللہ قبول ہوگی اور وہی دین ہے۔ **يٰۤـاَيُّهَا الَّذِيۡنَ اٰمَنُوۡا عَلَيۡكُمۡ اَنۡفُسَكُمۡ‌ ۚ لَا يَضُرُّكُمۡ مَّنۡ ضَلَّ اِذَا اهۡتَدَيۡتُمۡ‌ ؕ** اللہ کریم نے سیدھی سی یہ بات فرمائی کہ اے لوگو! جنہیں نورِ ایمان نصیب ہوا ہے تمہاری ذمہ داری تم خود ہو، اپنی فکر کرو۔ جب بات کرو تو اپنی کرو، سوچو تو اپنے بارے میں سوچو کہ اللہ کا حکم کیا ہے اور میں کیا کر رہا ہوں کیا کرنا چاہیے اور میں کیا کر رہا ہوں اور کہاں

کہاں کمی ہے۔ ایک دن گزرتا ہے تو کبھی شام کو، کبھی عشاء کو، کبھی رات کو یہ دیکھو کہ دن بھر میں نے کتنے کاموں میں اللہ اور اس کے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی اطاعت کی ہے اور کتنے کام ایسے کئے ہیں جن میں میں اطاعت سے نکل گیا۔ تو کسی ایک پر گرفت ہوگئی تو کیا بنے گا۔ تو فرمایا: عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ تم اپنی جان کے ذمہ دار ہو۔ اپنے ذمہ دار ہو۔ سب سے پہلے اپنی اصلاح کرو۔ اگر تمہاری اپنی اصلاح نہیں ہوگی تو تمہارے باتیں کرنے سے دوسرے کیسے سدھر سکتے ہیں؟ اگر تم خود ہدایت پر ہو تو دوسرے گمراہ ہونے والے تمہیں نقصان نہیں پہنچا سکتے وہ اپنا نقصان کر رہے ہیں اگر دوسرا کوئی بندہ غلطی کرتا ہے یا دوسرا کوئی بندہ گناہ کرتا ہے یا دوسرا کوئی بندہ دین کے خلاف جا رہا ہے تو اسے بتانا، سمجھانا یہ تو ایک بات ہے لیکن یہ کہنا جیسے آجکل ہمارے ہاں یہ سیاست میں چلتا ہے دن رات ٹی وی پر بحث ہوتی ہے کہ حکومت نے یہاں یہ غلط کیا تو جواب یہ دیا جاتا ہے کہ اگلی حکومت نے بھی یہ ایسا کیا تھا اس سے پچھلی حکومت نے بھی ایسا کیا تھا بھئی یہ مسلسل گناہ کرنا کیا گناہ کے جواز کی دلیل بن جاتا ہے؟ یعنی ایک کام غلط ہے اس کی یہ کوئی دلیل نہیں کہ جی سارے لوگ اسی طرح کر رہے ہیں بھئی سارے کر رہے ہیں تو سارے غلط کر رہے ہیں اس کا یہ جواز تو نہیں کہ آپ بھی غلط کرو۔ جیسے اب سود عام ہوگیا ہر بندہ سود خور ہوگیا ایک بندہ مانگتا ہے دس روپے دس دن کے لئے تو وہ کہتا ہے تجھے پندرہ لوٹانے ہوں گے یہ بات عام ہوگئی ہے بہت سے بنک سے سود کھاتے ہیں، ڈاکخانے سے سود کھاتے ہیں، آپس میں لین دین میں سود کا کاروبار شروع ہوگیا ہے۔ اب کوئی کہے کہ ہر کوئی سود کھا رہا ہے تو اس سے سود کھانا حلال تو نہیں ہوگا۔ ہر کوئی حرام کھا رہا ہے تم اپنی فکر کرو تم تو اس سے بچو۔ یعنی کسی گناہ کا عام ہو جانا یا لوگوں کا کسی گناہ پہ متفق ہو جانا اس کے جواز کا سبب نہیں بنتا۔ برائی برائی ہی رہتی ہے۔ نافرمانی نافرمانی ہی رہتی ہے۔ اور یہ کہ اس بات کی دلیل نہیں بنتی کہ سارے لوگ ایسا کر رہے ہیں اس لئے میں بھی ایسا کر رہا ہوں۔ تو سارے لوگ غلط کر رہے ہیں تو آپ کو ضرور غلط کرنا ہے؟ تو فرمایا: عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اپنی فکر کرو قبر میں تمہارے ساتھ سارے لوگ نہیں جائیں گے سارے لوگ تمہاری طرف سے جواب نہیں دیں گے، تمہیں خود جانا ہے، خود اللہ کے حضور پیش ہونا ہے، خود اپنی طرف سے جواب دینا ہے لہٰذا عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ اپنی فکر کرو۔ اور یہ بڑی عجیب بات ہے انسانی مزاج ایسا ہے کہ ہم سارے جہاں کو زیر بحث لاتے ہیں لیکن اپنی بات نہیں کرتے۔ کہیں چار لوگ بیٹھے ہوں گے تو وہ پتہ نہیں کس کس کو زیر بحث لائیں گے اور وہاں تک ان کی رسائی بھی ہے یا نہیں۔ محلے میں ایک مولوی نماز جمعہ پڑھا رہا ہے وہ مسائل نہیں بتاتا اور وہ امریکہ کے صدر کو اور دوسروں کو کوس رہا ہے۔ بھئی تمہاری بات وہاں تک جا رہی ہے؟ یا تمہاری بات وہ سن رہے ہیں؟ اگر سن رہے ہیں تو تمہاری بات مانیں گے؟ وہ بات کرو جو تمہارے سامنے بیٹھے ہیں جو ان کے مطلب کی بات ہے جو تم سے کچھ سننے آئے ہیں سیکھنے آئے ہیں وہ شائد اللہ کرے کہ کچھ مان بھی لیں تو انہیں ان کے مطلب کی بات بتاؤ جو سامنے چیز ہے اور پھر اپنی فکر کرو۔ اپنی اصلاح کی فکر کرو۔ اپنے آپ کو تلاش کرو کہ میں اس سارے میں کہاں ہوں اگر تم ہدایت پر ہو تو دوسرے کا گناہ تمہارا کچھ نہیں بگاڑ سکتا۔ اور اگر تم ہدایت کا راستہ چھوڑ دو گے تو تمہارے پلے کچھ نہیں بچے گا۔ لہٰذا فکر کرو۔ اِلَى اللّٰهِ مَرْجِعُكُمْ جَمِيْعًا تم سب کو لوٹ کر اللہ کی بارگاہ میں جانا ہے سب نے ایک جگہ ایک وقت ایک مقام پر کھڑے ہونا ہے۔ ایک اللہ کے حضور۔ فَيُنَبِّئُكُمْ بِمَا كُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ (المائدہ 105) وہ ایسی

بارگاہ ہے کہ کتنے ایسے جرائم ہوں گے جو تم کر کے بھول چکے ہو گے کچھ کام ہوں گے جن میں تمہیں خیال ہی نہیں ہوگا کہ یہ میں نے جرم کیا ہے۔ کچھ گناہ ایسے ہوں گے جن پر تم زندگی میں فخر کرتے ہو گے کہ میں نے یہ بڑا کام کیا ہے۔ وہاں اللہ کو احتیاج نہیں ہوگی کہ تم بتاؤ تو اسے پتہ چلے گا بلکہ وہ بتائے گا کہ تم نے زندگی میں کیا کیا کیا؟ فَیُنَبِّئُکُمْ بِمَا کُنْتُمْ تَعْمَلُوْنَ جو تمہارا کردار تھا وہ اللہ کریم تمہیں ایک ایک بات یاد دلائیں گے کہ فلاں لمحے تو نے یہ کیا تھا، فلاں لمحے تو نے یہ کیا۔ انسان کئی باتیں کہہ کر بھول چکا ہوگا۔ کہے گا یا اللہ مجھے تو یاد نہیں ہے میں نے تو یہ نہیں کیا تھا۔ اللہ کریم شہادتیں دیں گے۔ قرآن کریم میں موجود ہے کہ اس کے ہاتھ پاؤں اس کی کھال، جلد، وجود، اس کی آنکھیں، اعضائے بدن خبر دیں گے۔ اللہ ان سے پوچھے گا کہ بتاؤ بھئی یہ تو کہہ رہا ہے میں نے نہیں کیا تھا وہ کہیں گے کہ یا اللہ کیا تھا ہاتھ کہیں گے کہ ہم سے کیا تھا آنکھ کہے گی کہ میں گواہ ہوں۔ جسم کہے گا اس نے کیا تھا یا اللہ۔ وہ قرآن کریم میں بڑا عجیب مکالمہ آتا ہے کہ بندہ اپنے ہاتھ پاؤں سے کہے گا کہ ظالمو اگر مجھ پر عذاب ہوگا تو تم پر ہی ہوگا تم کیوں گواہیاں دے رہے ہو تو وہ کہیں گے وَقَالُوْا لِجُلُوْدِهِمْ لِمَ شَهِدْتُّمْ عَلَيْنَا قَالُوْا اَنْطَقَنَا اللّٰهُ الَّذِیْ اَنْطَقَ كُلَّ شَیْءٍ وَّهُوَ خَلَقَكُمْ اَوَّلَ مَرَّةٍ وَّاِلَيْهِ تُرْجَعُوْنَ۔ ہمیں اس اللہ نے بولنے کی قوت دے دی ہے جس نے ہر چیز کو بولنے کی قوت دی تھی تو ہم اس کی دی ہوئی قوت پر اور اس کے حکم پر غلط تو نہیں کہہ سکتے۔ جلیں گے یا مریں گے یا عذاب ہوگا۔ تمہارے ساتھ بھگتیں گے لیکن اللہ کی بارگاہ میں جھوٹ تو نہیں بول سکتے۔ تو فرمایا: اس لمحے کو یاد رکھو جب تمہاری پیشی ہوگی اور وہ بارگاہ ایسی ہے کہ تمہارے کردار کے ایک ایک کام سے واقف ہے تمہیں وہاں بتایا جائے گا کہ تم یہ یہ کرتے رہے ہو تمہارا یہ کام غلط تھا، یہ سوچ و فکر غلط تھی، یہ نظریہ غلط تھا، یہ عقیدہ غلط تھا تو اس کی فکر کرو۔ سب سے پہلے اپنی فکر کرو۔ اپنے آپ کو زیر بحث لاؤ، اپنے کردار پہ سوچو، اپنے عمل کو سوچو اور اس بات کو سامنے رکھو کہ کل اس عمل سمیت تمہیں اللہ کے حضور پیش ہونا ہے اللہ کریم ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے دین کی سمجھ اور شعور عطا فرمائے اور نیکی کی توفیق عطا فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

دعائے مغفرت

سلسلہ کے بزرگ ساتھی اور صاحب مجاز غلام جیلانی رحمۃ اللہ علیہ (چکوال) قضائے الٰہی سے وفات پا گئے ہیں۔

سلسلہ کے ساتھی اور امیر جماعت ضلع سیالکوٹ صوفی محمد اشرف کی والدہ ماجدہ۔

محمد سعید انور (گوجرانوالہ) کے داری جان جو کہ سلسلہ عالیہ کے ساتھی تھیں۔

سپیشل کلاس (گوجرانوالہ) کے ساتھی محمد منیر، محمد فاروق کی والدہ ماجدہ۔

سلسلہ کے پرانے ساتھی میاں محمد شفاء (گجرات)

سلسلہ کے ساتھی امیر محمد خان (گڑھی کپورہ مردان)

سلسلہ کے ساتھی ضیاء الرحمٰن (گڑھی کپورہ مردان) کے والد محترم وفات پا گئے ہیں۔

ان سب کے لئے ساتھیوں سے دعائے مغفرت کی درخواست ہے۔

خوشخبری

حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت طبی نسخوں میں اضافہ

حضرت امیر المکرّم مولانا محمد اکرم اعوان مدظلہ' صحیح معنوں میں ایک ہمہ جہت شخصیت کے مالک ہیں۔ زندگی کا کوئی شعبہ ایسا نہیں جو ان کی دسترس سے باہر ہو۔ طب وحکمت سے تو بطور خاص ہر دور میں صوفیا عظام اور علماء کرام کو خاص شغف رہا۔ حضرت امیر المکرّم بھی اس شعبہ میں پیچھے نہیں اور مختلف جڑی بوٹیوں اور قدرتی اجزاء سے ایسے نسخہ جات دریافت فرما رہے ہیں جو مختلف بیماریوں سے نجات کے لئے انتہائی موثر ہیں حال ہی میں حضرت امیر المکرّم کے نو دریافت نسخہ جات میں انتہائی خوش آئند اضافہ ہوا ہے۔ ضرورت مند استفادہ کر سکتے ہیں۔

کلسٹرو کیئر — Cholestro Care — Rs.300 — کلیسٹرول کو صحیح حالت پر رکھتا ہے

پین گو — Pain Go — Rs.100 — ہر طرح کے درد کے لئے مفید ہے

ہیر گارڈ آئل — Hair guard Oil — Rs.500 — بالوں کی صحت کے لئے مفید ہے۔

Cough Ez — Rs.30 — کھانسی کیلئے گولیاں

ملنے کا پتہ:۔ دار العرفان منارہ، ضلع چکوال فون 0543-562200

17-اویسیہ ٹاؤن شپ' لاہور فون 042-5182727

تعلق رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور صحبت صالح

امیر محمد اکرم اعوان مدظلہ العالی 13 جولائی 2009 سالانہ اجتماع بمقام: دارالعرفان، منارہ، ضلع چکوال

اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ وَالصَّلٰوةُ

وَالسَّلَامُ عَلٰى حَبِيْبِهٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِهٖ وَاَصْحَابِهٖ اَجْمَعِيْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰهِ مِنَ الشَّيْطٰنِ الرَّجِيْمِ

بِسْمِ اللّٰهِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ

وَيَوْمَ تَشَقَّقُ السَّمَآءُ بِالْغَمَامِ وَنُزِّلَ
الْمَلٰٓئِكَةُ تَنْزِيْلًا ﴿٢٥﴾ اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ
لِلرَّحْمٰنِ ۭ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ
عَسِيْرًا ﴿٢٦﴾ وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى
يَدَيْهِ يَقُوْلُ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ
سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِيْ لَمْ اَتَّخِذْ فُلَانًا
خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ لَقَدْ اَضَلَّنِيْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ
جَآءَنِيْ ۭ وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ
خَذُوْلًا ﴿٢٩﴾ وَقَالَ الرَّسُوْلُ يٰرَبِّ اِنَّ
قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا ﴿٣٠﴾

(سورہ الفرقان آیات 25 تا 30)

اَللّٰهُمَّ سُبْحٰنَكَ لَا عِلْمَ لَنَآ اِلَّا مَا

عَلَّمْتَنَآ اِنَّكَ اَنْتَ الْعَلِيْمُ الْحَكِيْمُ

مَوْلَايَ صَلِّ وَسَلِّمْ دَآئِمًا اَبَدًا

عَلٰى حَبِيْبِكَ خَيْرِ الْخَلْقِ كُلِّهِمِ

سورہ فرقان کی ان آیات مبارکہ میں قیام قیامت کی منظرکشی فرمائی گئی ہے کہ آسمان پھٹ جائے گا اور بکثرت فرشتے اترنا شروع ہوجائیں گے کوئی چیز سلامت نہیں رہے گی۔ ہر چیز فنا ہوکر دوبارہ پیدا ہوگی اور اَلْمُلْكُ يَوْمَئِذِ ۣالْحَقُّ لِلرَّحْمٰنِ اس دن حکومت صرف اللہ کی ہوگی جو بہت بڑا مہربان ہے یعنی اس دن میں بھی اللہ کریم کی رحمت میں کوئی کمی نہیں ہوگی بہت بڑا رحمٰن ہے بہت زیادہ رحم کرنے والا ہے لیکن جولوگ رحمت قبول نہیں کرتے خود غضب الٰہی کو دعوت دیتے ہیں تو وہ اپنے کیے کی سزا بھگتیں گے اس لئے نہیں کہ اللہ کریم ان سے کوئی زیادتی فرمارہے ہیں بلکہ یہ ان کا اپنا انتخاب ہے۔ یعنی اللہ اتنا بڑا رحم کرنے والا ہے کہ کوئی اس کا ثانی نہیں۔ وَكَانَ يَوْمًا عَلَى الْكٰفِرِيْنَ عَسِيْرًا انکار کرنے والوں کے لئے کفر کرنے والوں کے لئے بہت مشکل دن ہوگا بہت ہی مشکل وَيَوْمَ يَعَضُّ الظَّالِمُ عَلٰى يَدَيْهِ زیادتی کرنے والے لوگ ناگوار کام کرنے والے لوگ ظلم کرنے والے لوگ اس دن غم واندوہ کا شکار ہوں گے۔

ظلم کیا ہے؟ کسی بھی کام کو اس کے صحیح طریقے سے نہ کرنا ظلم ہے کوئی کام جب اس کے صحیح طریقے سے ہٹ کر کیا جائے تو وہ ظلم ہے اس لئے کہ انسانوں کے تمام کام پوری انسانی زندگی پر محیط

ہوتے ہیں اور پوری زندگی کو متاثر کرتے ہیں۔ اللہ کریم کا نظام ایسا ہے کہ ہر شخص کسی نہ کسی کام میں لگا ہوا ہے اور اسے بات سننے کی فرصت نہیں کچھ نہ کچھ کر رہا ہے جسے ہم بیکار سمجھتے ہیں۔ وہ بھی اپنے طور پر کچھ نہ کچھ کر رہا ہوتا ہے تو جو کچھ کر رہا ہے اگر وہ صحیح کر رہا ہے تو رحمت ہے اور اگر غلط کر رہا ہے تو وہ ظلم ہے۔ یہ بڑی عجیب بات ہے کہ انسانی مزاج یہ ہے کہ جو کچھ بھی کوئی کر رہا ہوتا ہے وہ سمجھتا ہے کہ وہ صحیح کر رہا ہے۔ اس لئے اسکے پاس جواز ہوتا ہے لیکن صحیح اور غلط کا معیار اللہ کریم کی کتاب ہے۔ نبی کریم ﷺ کا ارشاد عالی ہے اور جو تعلیم و تربیت آپ ﷺ نے فرمائی ہے وہ ہے۔ آپ ﷺ کا حسن عمل جس طرح سے آپ ﷺ نے عمل فرمایا قرآن حکیم کی ساری تعبیر ساری تفسیر آپ ﷺ کی حیات طیبہ ہے۔ صحابہ کرامؓ کی مبارک زندگیاں ہیں یہ وہ خوش نصیب ہیں جنہوں نے قرآن حکیم کو نبی کریم ﷺ سے براہ راست سنا۔ ان کا مفہوم سمجھا۔ حضور اکرم ﷺ کے سامنے اس پر عمل کیا اور آپ ﷺ نے تصدیق فرمائی۔ چنانچہ قرآن حکیم کی ہر وہ تفسیر معتبر ہوگی جو صحابہ کرامؓ کے عمل کے مطابق ہوگی۔ اس سے ہٹ کر کوئی گرامر اور صرف ونحو کے زور سے مختلف معانی نکالتا ہے تو وہ تفسیر قابلِ قبول نہیں ہوگی۔ فرمایا: اس دن ظالم اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھا رہے ہوں گے يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا ﴿٢٧﴾ کاش ہم نے زندگی گزارنے کا راستہ نبی ﷺ کے ساتھ اختیار کیا ہوتا یعنی وہ راستہ اپنایا ہوتا جو اللہ تعالیٰ کے نبی اور رسول اللہ ﷺ نے ہمیں بتایا۔ ہمیں معیتِ رسول اللہ ﷺ نصیب ہوتی۔ ہم اس راستے پر چلتے۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا ﴿٢٨﴾ دنیا کی طرف کھینچنے والے دوست اور دنیاداری میں اللہ کی نافرمانی میں ملوث کرنے والے دوستوں سے کاش ہم نے دوستی نہ کی ہوتی! بزرگوں کا قول ہے کہ کسی کی پہچان اس کے اردگرد کے لوگوں سے ہوتی ہے۔ جس مزاج کا آدمی ہوتا ہے اس طرح کے لوگ اس کے گرد ہوتے ہیں اگر وہ خود نیک ہے تو اس کے ساتھ رہنے والے بھی نیکی کی طرف چلنے والے ہوں گے۔ جو خود نیک نہیں ہے تو اس کے ساتھ چلنے والے اس سے مل کر بھی نیک نہیں ہوں گے۔ يٰوَيْلَتٰى لَيْتَنِي لَمْ أَتَّخِذْ فُلَانًا خَلِيْلًا اس وقت اسے احساس ہوگا کہ اس نے ان سے دوستی کیوں کی؟ ایسے لوگوں کو جو برائی کی طرف لے جاتے ہیں، جو خود برائی پر عمل کرتے ہیں اور دوسروں کو برائی کی طرف بلاتے ہیں۔ کاش اس نے ان سے دوستی نہ کی ہوتی!

ان دنوں ایک بات کثرت سے سننے میں آرہی ہے۔ اخباروں اور ٹیلی ویژن پر اس کا بہت تذکرہ ہوتا ہے کہ حکمرانوں کے جو مشیر ہیں وہ غلط لوگ ہیں۔ سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ اچھے لوگوں کے ساتھ غلط لوگ کیوں جمع ہو جاتے ہیں؟ ایسا اس لئے ہوتا ہے کہ جو شخص خود بنیادی طور پر غلط ہوتا ہے اسکے ساتھ چلنے والے بھی غلط لوگ ہوتے ہیں۔ کسی کے اپنے اندر صلاحیت ہو تو اس کے ساتھ ملنے والے بھی باصلاحیت لوگ ہوتے ہیں اور اگر وہ اچھے نہ ہوں تو پھر وہ اس کا ساتھ نہیں دے سکتے اور الگ ہو جاتے ہیں تو انسانی مزاج ہے کہ الزام دوسروں پہ دھرتا ہے اپنی غلطیاں قبول کرنے کی جرأت نہیں کرتا۔ خود جو غلط سلط کرتا ہے اس کے لئے یہ جواز گھڑتا ہے کہ فلاں نے اسے ایسا کرنے کو کہا تھا ہمارے گرد وہی لوگ جمع ہوتے ہیں جو ہمارے مزاج کے مطابق ہوتے ہیں کوئی بھی شخص اپنے مزاج کے خلاف دوسرے بندے کو برداشت نہیں کرتا۔ تو فرمایا: ہر شخص کو یہ احتیاط بھی کرنی چاہیے کہ اس کا تعلق بیٹھنا، اٹھنا، دوستی یا بات چیت کیسے لوگوں کے ساتھ ہے؟ بخاری شریف میں موجود ہے کہ نبی ﷺ کے ارشاد پاک کا مفہوم ہے کہ نیک لوگوں کی صحبت کی مثال ایسی ہے جیسے عطار کی دکان۔ اگر کوئی اس دکان پہ بیٹھنا شروع کر دے تو ہوسکتا ہے کہ وہ کسی قسم کا عطر خرید لے۔ نہ

خریدے تو ہوسکتا ہے دکاندار کسی روئی پہ لگا کر اسے تحفہ دیدے۔ اور اگر یہ بھی نہ ہو تو جتنی دیر بیٹھا رہے گا ایک معطر فضاء خوشبودار ماحول میں اس خوشبو سے استفادہ تو کرتا رہے گا۔ اور فرمایا برے لوگوں کی مجلس لوہار کی دکان ہے، جہاں لوہا گرم کر کے ڈھالا جاتا ہے۔ ہو سکتا ہے کہ کوئی ٹکڑا آگرے اور پاس بیٹھنے والوں کو زخمی کردے یا جلادے۔ ایسا بھی نہ ہو تو جتنی دیر بیٹھا رہے گا آگ کی تپش اور دھواں اتنی دیر اسے پہنچتا رہے گا۔ اسی کا مفہوم کہ کسی نے فارسی کے شعر میں ڈھالا **صحبت صالح ترا صالح کند** اچھے لوگوں کی مجلس تمہارے اندر بھی اچھائی پیدا کرتی ہے اور **صحبت طالع ترا طالع کند** بدکاروں کی صحبت میں آدمی بدکار ہو جاتا ہے۔ کم از کم جتنی دیر بیٹھا رہے اتنی دیر تو خرافات سنتا رہے گا پھر اس وقت اسے احساس ہوگا کہ میں نے کیسے لوگوں کا ساتھ دیا؟ کن لوگوں سے دوستی کی اور جس نے اللہ کے نافرمانوں کے ساتھ دوستی کی دنیا میں آکر اور اسی دنیا میں گم ہو گیا۔ فرمایا: اس دن وہ اپنے ہاتھ کاٹ کاٹ کر کھا رہا ہوگا کہ کاش ایسے لوگوں کو میں نے دوست نہ بنایا ہوتا لَقَدْ اَضَلَّنِیْ عَنِ الذِّكْرِ بَعْدَ اِذْ جَآءَنِیْ اللہ کی طرف سے نصیحت آئی۔ اللہ کا کلام آیا۔ اللہ کے نبی ﷺ نے اس کی تفسیر وتعبیر فرمائی لیکن فلاں ایسا آدمی تھا اور ایسے اس کے دوست تھے کہ انہوں نے مجھے اس سے الگ کر دیا۔ اب اگر ہم دیکھنا چاہیں تو اپنا تجزیہ کریں کہ صبح سے شام تک ہم کیا کرتے ہیں؟ ہمارا ایک مسئلہ یہ بھی ہے کہ ہم دوسروں کا حال ہمیشہ جانتے ہیں، انہیں تولتے رہتے ہیں، اپنا پتہ نہیں کرتے۔ حالانکہ ہم نے دوسروں کا جواب نہیں دینا، ہم نے اپنا جواب دینا ہے۔ تو فجر سے لے کر رات کے سونے تک کیا ہم اپنی زندگی کو اتباعِ رسالت پناہی میں ڈھالنے میں کامیاب ہوگئے ہیں؟ تمام عبادات، تلاوت، تسبیحات، ذکر قلبی، مراقبات سب کا حاصل یہ ہے کہ ہمارے اندر ایک ایسی قوت پیدا ہو جائے کہ عملی زندگی حضور اکرم ﷺ کے احکام کے مطابق اور آپ کے ارشادات کے تابع ہو جائے۔ یہ پھل ہے، ثمر ہے، نتیجہ ہے، ہمارے سارے مجاہدے، ساری تسبیحات، نماز، روزے کا، ہمیں پوری توجہ اس بات پر مرکوز رکھنی چاہیے۔ بعض ساتھیوں کو بڑا وہم ہوتا ہے کہ انہیں پتہ چلے کہ ان کے مراقبات کتنے ہیں؟ حالانکہ حاصل مراقبات سے ہی اپنے مراقبات کا اندازہ ہوتا ہے۔ کتنی رغبت پیدا ہوئی ہے اتباع شریعت میں غلطی ہو جائے تو کتنی چوٹ لگتی ہے دل پر کہ مجھے یہ نہیں کرنا چاہیے تھا کس خلوص سے توبہ نصیب ہوتی ہے؟ کتنا تعلق ہو گیا ہے رسول اللہ ﷺ سے اس لئے کہ تعلق بالرسول ﷺ ہی بنیاد ہے تعلق باللہ کی۔ آگے فرمایا: وَكَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا ﴿۲۹﴾ برا ساتھ برے لوگوں کی دوستی، بدکاروں سے دوستی دراصل شیطان کی دوستی ہے جو لوگ اللہ کے رسول ﷺ کے اتباع سے محروم ہو جاتے ہیں وہ شیطان کا اتباع کر رہے ہوتے ہیں۔ دونوں میں سے ایک طرف ہر بندہ ہوتا ہے دوسرا تو کوئی راستہ نہیں۔ اس آیۃ کریمہ میں بدکار لوگوں کی بات چل رہی تھی کہ وہ میدان حشر میں اپنے ان دوستوں کو کوسیں گے جو ان کو برائی کے راستے پر لے جاتے تھے۔ وہ اس بات پر حیران ہوں گے کہ وہ تو سب کچھ اور نکلا تو اب تو کوئی جائے پناہ بھی نہیں ہے۔ اور نہ یہاں رشوت دی جاسکتی ہے نہ سفارش ہے اور نہ طاقت سے کوئی چھڑا سکتا ہے۔ سارے اختیارات اللہ رب العزت کے ہیں۔ حکومت، ملک اس کا ہے۔ ایک ہی حسرت ہوگی کہ يٰلَيْتَنِي اتَّخَذْتُ مَعَ الرَّسُوْلِ سَبِيْلًا کاش میں نے اللہ کے نبی ﷺ کی معیت اختیار کی ہوتی اور آپ کی اطاعت کرتا آپ کی غلامی کرتا آپ کے ارشاد کے مطابق زندگی بسر کرتا تو وہ تو محدود زندگی تھی۔ تھوڑا سا Time span تھا۔ یہاں لامحدود زندگی سامنے ہے اور یہ ساری اس نہج پر گزارنی پڑے گی جس طرح دنیا میں پسند کی تھی پھر اپنے ان

دوستوں کو کوسے گا جو اسے برائی کی طرف لے جاتے تھے اور کہے گا کہ کیسی عجیب بات ہے کہ انہوں نے مجھ سے اللہ کا کلام اور اللہ کے نبی کے ارشادات چھڑوا دیئے اور دوسرے راستے پر لگا دیا تو ارشاد ہوتا ہے کہ کیوں گھبراتے ہو وَ كَانَ الشَّيْطٰنُ لِلْاِنْسَانِ خَذُوْلًا کہ شیطان تو انسان کو رسوا کرنے ہی کی کوشش کرتا ہے۔ اس کی حمایت نہیں کرتا۔موقع پہ جواب دے دیتا ہے کہ میں تمہارے کام نہیں آسکتا۔یعنی یہ جو بدکاروں کی دوستی ہوتی ہے ۔یہ ایسی دوستی ہوتی ہے جیسے شیطان کے ساتھ دوستی ہو۔چونکہ یہ شیطان کے نمائندے بن جاتے ہیں۔اگر کوئی رسول اللہ ﷺ کی اطاعت میں زندگی بسر کرتا ہے اللہ کریم اسے ایسے لوگوں کا ساتھ دیتے ہیں جو نیک ہوتے ہیں وَ الَّذِيْنَ جَاهَدُوْا فِيْنَا لَنَهْدِيَنَّهُمْ سُبُلَنَا (سورہ العنکبوت 69) جو لوگ خالص میری رضا کے لئے محنت کرتے ہیں، کوشش کرتے ہیں میں انہیں اپنے راستے دکھا دیتا ہوں اس کی تفسیر میں مفسرین کرام لکھتے ہیں کہ اللہ اپنے قرب کے راستے اس طرح دکھاتا ہے کہ اس بندے کو اپنے نیک بندوں کی صحبت میں پہنچا دیتا ہے یعنی اس پہ ایسا کرم کرتا ہے کہ جس کے دل میں اللہ کو پانے کی اللہ کی رضا کی طلب پیدا ہو جائے پھر ایسے اسباب پیدا فرماتا ہے کہ اسے اپنے نیک لوگوں کی محفل میں پہنچا دیتا ہے۔اور روز اسے نیکی نصیب ہو جاتی ہے۔نیک رائے نصیب ہو جاتی ہے نیک عمل نصیب ہو جاتا ہے تو وہ بدکار اور برے لوگ جنہوں نے اتباع رسالت ﷺ چھوڑ دیا ہوتا ہے فرمایا: یہ شیطان کے نمائندے ہیں۔وَاِنَّ الشَّيٰطِيْنَ لَيُوْحُوْنَ اِلٰٓى اَوْلِيٰٓـئِهِمْ (الانعام آیت 121) جو لوگ شیطان کی غلامی کر لیتے ہیں پھر وہ رفتہ رفتہ شیطان کے دوست بن جاتے ہیں اور شیطان ان کے دل میں اپنی باتیں القاء کرتا رہتا ہے۔ باتیں ڈالتا رہتا ہے۔انہیں سمجھاتا رہتا ہے یہ کرو یہ کرو تو یوں اس کی طفیل بندہ شیطان کی باتیں ماننے والا بن جاتا ہے تو بہت سے لوگ ہوں گے جو دعویٰ اسلام تو رکھتے ہوں گے، مرگئے، جنازہ پڑھا گیا، مسلمانوں کے قبرستان میں دفن ہو گئے، قبروں پر کسی کا مقبرہ بن گیا، کسی پر چونا لگا دیا، کسی پہ جھنڈے گاڑ دیئے۔جب میدان حشر قائم ہوگا تو بات کھل کر سامنے آجائے گی۔اب سوائے بارگاہ رسالت کے کوئی جائے پناہ نہیں ہوگی۔غضب الٰہی سے بچنے کا کوئی راستہ نہیں ہوگا۔جس نے کلمہ ہی نہیں پڑھا اسے اس طرف جانے کی ضرورت کہاں ہے۔اسے تو سمجھ ہی نہیں آئے گی جن کا دعویٰ اسلام ہوگا وہ جب جاگ اٹھیں گے تو ہر کوئی دوڑے گا لوائے حمد کی طرف۔ نبی کریم ﷺ کا لوائے حمد جھنڈا لگا ہوگا۔اس پر عرش عظیم کا سایہ ہوگا اور لوگ رحمت الٰہی کی پناہ میں ہوں گے ہر کوئی اسی طرف دوڑے گا۔وَقَالَ الرَّسُوْلُ۔ رسول اللہ ﷺ فرمائیں گے کچھ لوگوں کے بارے ارشاد ہوگا کہ یہ جماعتیں یہ گروہ جسطرح کے یہ لوگ ہیں انہیں یہاں آنے نہ دیا جائے انہیں روک لیا جائے یعنی انہیں اس طرف پھیر دیا جائے جن کے ساتھ انہوں نے زندگی بسر کی ہے۔ پھر فرمایا يٰرَبِّ اِنَّ قَوْمِي اتَّخَذُوْا هٰذَا الْقُرْاٰنَ مَهْجُوْرًا (سورہ الفرقان 30) یہ وہ لوگ ہیں یہ وہ قوم ہیں یہ وہ گروہ ہیں جنہوں نے اپنی زندگی سے قرآن حکیم کو خارج کر دیا تھا۔لہٰذا انہیں میری جماعت میں شامل ہونے کی اجازت نہ دی جائے۔ ان کی زندگیوں میں قرآن نظر نہیں آتا۔یہ بہت بڑا اور مشکل مقام ہوگا کہ انہیں بارگاہ رسالت سے بھی جواب مل جائے گا اور اسکی وجہ اللہ کریم نے یہ بتا دی ہے کہ عملی زندگی سے جب قرآن خارج ہو جائے تو زبانی کہنے کو میں قبول نہیں کرتا۔یہ نہیں ہوسکتا کہ زبانی دعوے اسلام کر کے وظیفے پڑھتے رہو۔تسبیحات پڑھتے رہو لیکن چوری بھی کرتے رہو۔رشوت بھی لیتے رہو۔خون ناحق بھی بہاتے رہو۔اللہ کی مخلوق کو تباہ بھی کرتے رہو۔لوگوں کے حقوق بھی چھینتے

رہواور تم سمجھو کہ یہ کفارہ ہو جائے گا کہ میں دو سپارے منزل بھی پڑھ لیتا ہوں۔ ایسا نہیں ہوگا۔ اسلام کو عملی زندگی میں اپنانا ہوگا۔ جسے قرآن نے حلال کہا ہے، اسے حلال ماننا ہوگا۔ جسے حرام کہا ہے، اسے حرام سمجھنا ہوگا۔ اور حرام کو ترک بھی کرنا ہوگا۔ وَ كَذٰلِكَ جَعَلْنَا لِكُلِّ نَبِيٍّ عَدُوًّا مِّنَ الْمُجْرِمِيْنَ ؕ وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ (الفرقان 31) فرمایا دنیا میں بندے کو جو ہم سزا دیتے ہیں وہ بڑی عجیب ہے بنیادی سزا جو اللہ کی طرف سے ہوتی ہے وہ یہ ہے کہ اسے ہم نبی کریم ﷺ کا مخالف کر دیتے ہیں۔ وہ نبی کریم ﷺ کا دشمن ہو جاتا ہے تو آپ دیکھیں آپ کو اکثریت جو ملے گی بظاہر جو بڑے پڑھے لکھے، فلاسفر، بڑے سائنس دان، بڑے اعلیٰ اور مختلف ڈگریوں کے حامل ملیں گے وہ اپنی دانشوری کے دعوے کے باوجود حق کے مخالف ہونگے۔ مستشرقین ساری دینی کتابیں بھی پڑھتے ہیں قرآن حکیم و حدیث کا مطالعہ بھی کرتے ہیں اور ساری عمر جو رائے دیتے ہیں اس میں ڈھونڈنے کو حق نہیں ہوتا پورے عالم کفر کی کوشش اس بات پر ہے کہ کوئی محمد رسول اللہ ﷺ کے احکام پر عمل نہ کرے اب یہ کہا گیا ہے کہ سوات میں نظام عدل لاگو کیا جائے جو شریعت کے مطابق ہو۔ سوات پاکستان کا ایک چھوٹا سا حصہ ہے ایک چھوٹی سی ریاست ہے اس میں وہ اسلام نظام عدل نافذ کریں تو بھلا یورپ، امریکہ، مغربی ممالک کو کیا مسئلہ ہے؟ ان ممالک کو دشمنی کیا ہے؟ انہیں دشمنی ہے حضور اکرم ﷺ سے۔ وہ اس پر تڑپ اٹھے کہ حضور اکرم ﷺ کے احکام کیوں نافذ ہوں؟ ہماری رائے کیوں نہ ہو اور رہی ہماری مسلمانی جب انہوں نے اعتراض کیا تو ہم نے کہا جناب آپ راضی رہیں ہم اسلامی نظام نافذ نہیں کرتے۔ چنانچہ ملک پر جنگ مسلط کر لی گئی۔ اہل مغرب کو خوش رکھنے کے لئے اپنی پبلک اور اپنی افواج کی لڑائی منظور کر لی گئی لیکن احکام قرآن حکیم پر چونکہ مغرب ناراض ہوتا ہے اس لئے اس کی ناراضگی مول نہیں لی۔

ہماری ایسی مسلمانی قیامت کو قبول ہوگی یا نہیں؟ یہ ہم نے خود اندازہ کرنا ہے۔ دوسری طرف کچھ لوگ جو شریعت کو آڑ بنا کر شریعت کے نفاذ کو بہانہ بنا کر لوگوں کو لوٹتے ہیں، قتل کرتے ہیں، مارتے ہیں اور وہ اس سے بھی بڑے ظالم ہیں کہ برائی کرتے ہیں اور شریعت کی آڑ میں کرتے ہیں تو یہ بہت بڑا جرم ہے ان حقائق کو جب ہم دیکھیں تو اپنی مسلمانی کا معیار سمجھ میں آتا ہے ہر بندے کو دوسروں پہ تنقید آسان ہوتی ہے حکمرانوں پہ بھی دوسروں پہ بھی لیکن جب اپنی ذات سامنے آئے اور پتہ چلے کہ میں کیا کر رہا ہوں میرا کردار کتنا دوغلا ہے تو پھر سمجھ آتی ہے۔ اس سب کے بعد فرمایا وَ كَفٰى بِرَبِّكَ هَادِيًا وَّ نَصِيْرًا ﴿۳۱﴾ کسی برائی میں کہیں کوئی غلطی ہو جائے اس کے باوجود جب تک سانس میں سانس ہے، اللہ کی بارگاہ کا دروازہ کھلا ہے۔ وہ راہ دکھانے والا بھی ہے، وہ ہادی بھی ہے، معاف کرنے والا بھی ہے، مدد کرنے والا بھی ہے۔ کہیں پہنچ کر احساس ہو جائے کہ میں غلط ہوں۔ توبہ کر لے۔ تو وہ قبول کرنے پہ تیار ہے۔ جس دلدل میں بھی پھنس جائے تو کہیں اسے احساس ہو جائے کہ میں غلط کر رہا ہوں، تو وہاں اللہ پکارے، وہ اسے واپس قبول کرنے کو تیار ہے۔ اسکی مدد کرتا ہے، اسے اس برائی سے نکال کر پھر نیکی کی طرف لے آتا ہے۔ برائی ہی کرنی ہے تو پھر وہ زبردستی اور طاقت کے زور پہ اگر کر رہا ہے اور کوئی اس سے کرا نہیں رہا ہے تو پھر وہ اپنی پسند کی طرف جا رہا ہے۔ اللہ کریم سمجھ اور شعور بھی دے اور توفیقِ عمل بھی دے۔ ہمارے گناہوں سے درگزر فرمائے اور ہمارے حال پر رحم فرمائے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

سوال و جواب

فنا بقا کیا ہے؟ عملی زندگی پر اثر

سالانہ اجتماع 2009ء

اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ اَلْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

سوال: 1 مراقبہ فنا بقا کے اثرات بندے کی عملی زندگی پر کیسے ہونے چاہئیں؟

جواب تو رموزِ دل میں لکھا جا چکا ہے۔

فنا میں انسان پوری مخلوقات کی فنا کا منظر دیکھتا ہے زمین و آسمان، چاند، سورج، ستارے ہر چیز فنا ہوتی ہے۔ بالآخر اپنا آپ بھی فنا ہو جاتا ہے صرف ایک تاریکی رہ جاتی ہے جس میں کچھ بھی باقی نہیں بچتا۔ نبی کریم ﷺ دعا فرمایا کرتے تھے اور حضور اکرم ﷺ سارا عمل تعلیم اُمت کیلئے ہوتا تھا ﷺ۔ ایک روز آپ ﷺ درِدولت پہ تشریف لائے تو استفسار فرمایا کہ کوئی چیز کھانے کو ہے تو عرض کی گئی کہ یارسول اللہ ﷺ کلیجی کا ایک ٹکڑا رکھا ہے۔ طلب فرمایا، دیکھا گیا تو وہ پتھر تھا۔ حضور اکرم ﷺ نے پوچھا مائی صاحبہ سے تو حیران ہوئیں کہ یہ تو کلیجی کا ٹکڑا رکھا تھا یہ تو پتھر بن گیا۔ آپ ﷺ نے پوچھا کوئی سائل آیا تھا؟ فرمایا ہاں یارسول اللہ ﷺ آیا تھا۔ پھر اسے کیا دیا؟ فرمایا دعا دی گھر میں کچھ نہیں تھا۔ مائی یہ ٹکڑا رکھا تھا دے دینا تھا نہیں دیا تو پتھر بن گیا۔ تو دعا فرمایا کرتے تھے۔ **ربنا ارنا حقیقتا الاشیاء او کما قال رسول اللہ ﷺ۔** اے اللہ ہمیں چیزوں کی حقیقت دکھا دے۔ دیکھنے میں کچھ اور ہوتی ہیں فی الحقیقت کچھ اور اب یہ معاملہ ہر گھر میں تو نہیں ہوتا تھا۔ کوئی اور ہوتا کلیجی ہوتی تو وہ کھاتا اس کا اثر ایسے ہوتا جیسے پتھر کھایا گیا۔ تعلیم اُمت کے لئے انبیاءؑ کے ساتھ اس طرح کے واقعات آتے ہیں۔ فناء میں مخلوق کی حقیقت ساری نظر آجاتی ہے تخلیق ساری جو ہے اس کی حیثیت کیا ہے۔ اس کا اثر عملی زندگی پر بڑا سادہ سا ہوتا ہے کہ بھئی یہ چیزیں جو فنا ہونے والی ہیں ان کی طلب میں میں اللہ کی نافرمانی نہ کروں۔ یعنی اپنی جو پسند یا اپنی جو طلب ہے وہ فنا ہو جائے۔ خواہشات نفس غالب نہیں رہتی۔ پھر وہ چیز حاصل کرتا ہے وہ رضائے الٰہی کے مطابق کرتا ہے۔ عملی زندگی اتباعِ شریعت میں ڈھل جاتی ہے۔ اور اگر غلطی ہو جائے فرشتہ تو نہیں ہے انسان ہے پھر اگر غلطی ہو جائے تو پھر خلوصِ دل سے توبہ کرتا ہے۔ رجوع الی اللہ کرتا ہے۔ اس غلطی کو شعار نہیں بنالیتا۔ بقا باللہ میں یہ پتہ چلتا ہے مراقبہ بقا باللہ جو کیا جاتا ہے انوارات الٰہی آنا شروع ہوتے ہیں۔ تو اشیاء پھر سے سلامت تو ہوتی ہیں۔ تو اللہ کریم اگر مشاہدہ نصیب فرمائیں تو آپ نے غور کیا ہوگا تو ہر چیز کے اندر ایک روح ہے پہلے وہ بیدار ہوتی ہے پھر اس پر جسم بنتا ہے اور وہ چیزیں تو پتہ چلتا ہے کہ اللہ کے باقی رکھنے سے باقی ہیں اپنی ذات میں کوئی شئے باقی نہیں۔ تو فنا و بقا میں یہ احساس زندہ ہو جاتا ہے کہ دنیا کی بڑی سے بڑی چیز کے سامنے اللہ کی نافرمانی نہیں کی جاسکتی، جس نے فنا ہونا ہے۔ باقی تو اللہ کی ذات ہے۔

سوال: 2 روحانی بیعت حضور اکرم ﷺ کے دستِ اقدس پر کی جاتی ہے۔ اس کے بعد دو صحابہ کرامؓ حضرت ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ کے ہاتھ پر بیعت کیوں کی جاتی ہے؟

جواب: سلوک میں کیوں کا سوال نہیں ہوتا۔ سلوک میں کیوں نہیں

چلتی۔ سلوک کی بنیاد ہی یہ ہے کہ سر تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔ تو سلوک کیا ہے۔ اس کا حاصل ہی یہ ہے کہ ساری محنت کا کہ سرِ تسلیم خم ہے جو مزاجِ یار میں آئے۔

It is just to do and die

It is not a question why

یہاں کیوں کا سوال پیدا نہیں ہوتا۔ یہاں مرتے دم تک تعمیل ارشاد کی بات ہے۔ جو حکم ہے وہ کرنا ہے۔ کیوں کا سوال ہی نہیں ہے۔

نبی علیہ الصلوٰۃ والسلام سے جو برکات مبارکہ اُمت کو منتقل ہوئیں، کیفیات قلبی جو تعلیمات نبوی، قرآن و حدیث ہے۔ نکاح ہے شریعت ہے، یہ سارا تعلیمات نبوت ہے۔ کیفیات قلبی جو ہے وہ برکات نبوت ہے۔ جب تک یہ دونوں نہ ہوں بات نہیں بنتی۔ اور عجیب بات ہے کہ جسے برکات نصیب ہوتی ہیں یا وہ خود عالم ہوتا ہے یا وہ کسی عالم کے ساتھ منسلک ہوتا ہے بغیر علم کے یہ نعمت نصیب نہیں ہوتی۔ یا پھر اللہ اسے علم عطا کر دیتا ہے۔ تین میں سے ایک حال ضرور ہوتا ہے۔ ظاہری علوم ہیں وہ کوئی بھی حاصل کر سکتا ہے۔

یہ برکات نبوت جب آگے تقسیم ہوتی ہیں تو سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے حدیث شریف میں ملتا ہے کہ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ میرے سینے میں جو دولت تھی میں نے سیدنا ابوبکر صدیقؓ کے سینے میں انڈیل دی۔ یعنی سب سے زیادہ برکات نبوت ﷺ انہوں نے حاصل کیں۔ سیدنا ابوبکر صدیقؓ سے سلسلہ اویسیہ چلتا ہے۔ باقی سارے سلاسل علی الترتیب خلافہ آگے بڑھے، حضرت علیؓ کرم اللہ کریم سے چلتے ہیں۔ اس لئے کہ حضرت ابوبکر صدیقؓ سے حضرت عمرؓ حضرت عثمانؓ کے بعد حضرت علیؓ، حضرت علیؓ کے بعد ان چار کی برابری کا کوئی شخص نہیں آیا۔ خلفائے راشدین پوری امت میں افضل ترین ہیں۔ باقی سارے برکات حضرت علیؓ سے چلتی ہیں۔ کسی سلسلہ کا شجرہ مبارک آپ پڑھ لیں حضرت علیؓ سے نبی کریم ﷺ تک سوائے اویسیہ، چونکہ یہ دو ہی مرکز ہیں، منبع ہیں برکات کے چشمے ہیں۔ لہٰذا یہ طریقہ ہے کہ حضور اکرم ﷺ کے بعد ابوبکر صدیقؓ اور حضرت علیؓ سے روحانی بیعت کرائی جاتی ہے۔ بڑی عجیب بات ہے کہ ہم نے بھی اس شعبے میں عمر لگا دی۔ حضرت نے کرا دیا اور ہم نے کر لیا آج تک یہ سوال پیدا نہیں ہوا کہ ایسا کیوں ہوا؟

اب کوئی نیا دور آ گیا ہے۔ مغربیت والے احترام و اداب کے تقاضے ختم ہوتے جا رہے ہیں۔ ہر جگہ کیوں اور کیسے لگ جاتا ہے

تیسرا سوال: آپ نے فرمایا ہے کہ روح اور فرشتے کی رفتار سے زمین و آسمان کا فاصلہ **50** ہزار سال ہے؟

جواب: روح اور فرشتے کی رفتار کیا ایک ہے؟ فرشتہ نوری مخلوق ہے۔ عالم خلق سے ہے۔ لیکن روح عالم امر سے ہے۔ فرشتے کی رفتار تو معیار ہو سکتی ہے۔ روح کی رفتار کا اندازہ نہیں کیا جا سکتا۔ لہٰذا آپ یہ مقابلے نہ کریں۔ اپنا کام کریں جو چیز حاصل کر سکتے ہیں کریں یہ آپ کے کرنے کے سوال نہیں ہیں۔ ویسے بندہ عمل نہیں کرتا تو اعتراض کرتا ہے یہ سوال اس ضمن میں آتے ہیں۔ یہ سمجھنے کے لئے نہیں ہیں۔

یہ رموزِ دل کے بارے میں

سوال۔**1**: لطیفہ قلب کے بارے آپ نے لکھا ہے کہ یہی وہ لطیفہ ہے جو حکومت کرتا ہے اسی میں خواہشات پیدا ہوتی ہیں، آرزوئیں بنتی ہیں۔ پھر نفس کے بارے میں لکھا ہے، انسانی زندگی کی نکیل نفس کے ہاتھ میں ہے۔ اگر لطیفہ قلب خواہشات کا مرکز ہے تو نفس کو خواہش کا مرکز کیوں کہا گیا؟

سوال۔**2**: دوسرا سوال ہے قلب بنیاد ہے عالم خلق کی عالم امر سے تعلق کی اور لطیفہ روح اس کا مظہر ہے۔ اس کی وضاحت کی جائے۔

میرا خیال ہے یہ تو ہر آدمی جانتا ہے کہ وہ اچھا کرے یا بُرا۔ اس سے پوچھو کہ کیوں کیا ہے کہتا ہے کہ میرا دل چاہتا ہے۔ میرے دل میں یہ بات آئی میں نے کر دی۔ دل تو ایک پمپنگ مشین ہے جو بدن کو خون سپلائی کرتی ہے۔ اس کے اندر ایک لطیفہ ربانی ہے جسے انگریزی والے subtle heart کہتے ہیں۔ جو عالم امر سے ہے اب انسان دو چیزوں کا مجموعہ ہوا، عناصر اربعہ جن کے نتیجے میں نفس پیدا ہوا۔ یہ ایک ہو گئے۔ اور لطائف ربانی جو عالم امر سے

ہیں اور روح، یہ دو چیزوں کا مجموعہ ہے انسان۔ اگر اسے ایمان نصیب ہو اتباع رسالت ﷺ نصیب ہو تو اس سے لطائف مضبوط ہونا شروع ہوتے ہیں اور ان دونوں میں سے ایک کی قوت دوسرے کی کمزوری ہے۔ اگر لطائف مضبوط ہوتے ہیں تو یقیناً نفس میں تبدیلی آئے گی کمزور ہوگا کیونکہ اِنَّ النَّفْسَ لَاَمَّارَةٌۢ بِالسُّوْٓءِ (سورہ یوسف 53) نفس امارہ ہوتا ہے یعنی برائی کی طرف دنیاوی لذات اور مقصد ہوتی ہیں یعنی مادی خواہشات ولذات اس کا مقصد ہوتی ہیں۔ اسے حلال، حرام، جائز، ناجائز سے سروکار نہیں ہوتا، اس کی لذات کا شیدا ہوتا ہے، نفس مادی وجود کا حصہ ہے۔ لیکن جب لطیفہ قلب میں نور ایمان پیدا ہوتا ہے، اس میں مزید طاقت پیدا ہوتی ہے وہ طاقت پکڑتا ہے تو پھر نفس امارہ سے لوّامہ بن جاتا ہے۔ لوّامہ وہ نفس ہوتا ہے جو غلطی سے بچنے کی کوشش کرتا ہے اور غلطی ہو جائے اس پر اپنے آپ کو ملامت کرتا ہے۔ اللہ سے توبہ کرتا ہے۔ رجوع الی اللہ کرتا ہے۔ یہ ایسے لوگ ہوتے ہیں، نیکی بھی کر لی، کبھی کوئی غلطی بھی نہیں ہوگی، لیکن اگر قلب یا لطائف مسلسل مضبوط ہو رہے ہوں تو نفس تبدیل ہوتا جاتا ہے اور پھر مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ یٰٓاَیَّتُهَا النَّفْسُ الْمُطْمَئِنَّةُ ﴿۲۷﴾ ارْجِعِیْٓ اِلٰی رَبِّكِ رَاضِیَةً مَّرْضِیَّةً ﴿۲۸﴾ (سورۃ الفجر آیت 28-27) پھر نفس مطمئنہ ہو جاتا ہے۔ مطمئنہ سے مراد یہ ہے کہ وہ اللہ کی رضا پہ راضی ہے۔ پھر اس کی خوشی رضائے الٰہی اور اطاعت حق میں ہو جاتی ہے۔ تو اسطرح سے انسانی زندگی سیدھے راستے پر کامیابی سے ہمکنار ہوتی ہے لیکن اگر لطائف کی طرف سے غفلت آ جائے جو اکثر ہوتی ہے کیونکہ دنیا کو دنیا کیوں کہا گیا ہے دنیا کا مطلب ہے قریب ترین چیز۔ یہ عالم دنیا جو ہے یہ نگاہوں کے سامنے ہے محسوس کیا جا سکتا ہے چکھا جا سکتا ہے اس کی لذت فوری میں آخرت کی نسبت یہ بالکل سامنے ہے آخرت ظاہری نگاہوں سے پوشیدہ ہے پھر انسانی اجزائے بدن اس کے ساتھ نفس مل کر اگر روح میں قوت نہ ہو تو انسان میں بھی خصوصیات حیوانی غالب آ جاتی ہیں۔ اس کا کردار حیوانوں کی طرح ہو جاتا ہے پیٹ بھرنا ہے، حلال وحرام، جائز و ناجائز، اپنا، پرایا، اس کی کوئی تمیز نہیں۔ جہاں چارہ نظر آیا وہاں سے پیٹ بھر لیا۔ بچے پیدا کرنے میں زندگی بسر کرنی ہے جیسا کہ اللہ پاک نے فرمایا اُولٰٓئِكَ كَالْاَنْعَامِ (سورۃ الاعراف 179) جانوروں کی طرح ہو جاتے ہیں بلکہ ان سے بھی گئے گزرے۔ انہیں تو اللہ نے پیدا ہی جانور کیا ہے انہیں انسانی خصوصیات دیں ان سے یہ محروم ہو کر جانور بن گئے۔ یہ جانوروں سے بدتر ہیں۔ لیکن اگر قلب میں حیات ہو، قلب کی حیات نورِ ایمان ہے۔ عبادات اس کا رزق ہیں اور یاد الٰہی اس کی منزل مقصود راستہ سب کچھ ہیں۔ اگر ذکر قلبی نصیب ہو جائے جو ثمر ہے عبادات کا۔ ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَقُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ ؕ (سورۃ الزمر 23) ان کے قلوب سے لے کر ان کے جلد تک سارا بدن ہر ذرہ اللہ اللہ کرے گا انبیاءؑ کی صحبت ونظر پاک میں وہ قوت ہوتی ہے کہ نور ایمان جسے ایک نگاہ نصیب ہوگی وہ تمام منازل طے کر کے شرف صحابیت پر فائز ہو گئے۔ اب کوئی غیر صحابی اس کی عظمت کو نہیں پا سکتا۔ تو یہ قوت جب قلب میں آتی ہے تو نفس تبدیل ہونا شروع ہو جاتا ہے پھر وہ قلب کی تائید کرنا شروع ہو جاتا ہے اور اگر قلب نور ایمان سے برکات نبوت سے یاد الٰہی سے محروم رہ جائے تو پھر وہ کمزور ہوتا ہوتا مر جاتا ہے اور نفس کلی طور پر حکمران ہو جاتا ہے۔ نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ کوئی گناہ کرتا ہے تو دل پر ایک سیاہ نقطہ بن جاتا ہے رجوع الی اللہ نہیں کرتا مزید برائی ہی کرتا چلا جاتا ہے تو سیاہی بڑھتی جاتی ہے حتیٰ کہ جب سارا قلب سیاہ ہو جاتا ہے تو ایمان چلا جاتا ہے۔ آپ دیکھتے ہیں کہ ایک ایک گھر

میں کتنے کتنے مذاہب ہو گئے ہیں صحیح العقیدہ مسلمان، اولاد نے کوئی اور عقیدے اپنا لئے ہیں ایک بھائی کا کچھ اور ہے دوسرے کا کچھ اور ہے۔ کیوں؟ عقائد رہے نہیں دل سیاہ ہو گئے اور حیات قلبی سے محروم ہو گئے۔ اب نفس نے جدھر چاہا، جدھر سے مجھے کچھ دنیا ملے گی، پیسہ ملے گا، شہرت ملے گی، جدھر اس نے چاہا ادھر کھینچ لیا۔ تو یہ کشمکش حیات ہے۔ دونوں قلب بھی اور نفس بھی اپنے اپنے اجزاء کے امام ہیں اور آپس میں ساری زندگی چلتی رہتی ہے۔ خواہشات بھی ان میں پیدا ہوتی ہیں لیکن ان کی تکمیل کے ذرائع، پھر نفس اگر امام ہو جائے پھر وہ تلاش کرتا ہے پھر وہ جائز و ناجائز کی پرواہ نہیں کرتا۔ اور اگر دل حاکم ہو جائے تو خواہشات دل میں پیدا ہوتی ہیں پھر وہ اپنے طریقے سے ان کی تکمیل کرتا ہے جو سنت رسول ﷺ کے مطابق ہوتی ہے۔ قلب کی بنیاد عالم خلق کا عالم امر کے ساتھ تعلق ہے، اگر یہ لطیفہ ربانی یہ روح جو عالم امر سے وجود میں بھیجی گئی اس کا واپس عالم امر سے رابطے کا کوئی راستہ ہے تو وہ یہ لطیفہ قلب ہے۔ لطیفہ روح اس کا مظہر اس طرح سے ہے لطیفہ روح یا روح کا من کے ساتھ ملنا عملی زندگی کو میدان میں لے جاتا ہے اور بدن اور روح جب مل کر کام کرتے ہیں تو حیات کا اظہار ہوتا ہے کہ یہ زندہ ہے کوئی بشر مرگ پر پڑا سانس لے رہا ہو پانی کا ایک چمچ پی رہا ہو تو کچھ کر رہا ہوتا ہے کہ یہ زندہ ہے سب چیزوں سے رک جائے تو زندگی کا کوئی وجود نہیں۔ تو یہ چیزیں مربوط ہیں صرف آپ کے مطالعہ میں کمی ہے۔ کوئی ابہام بھی نہیں ہے کہ اس کی وضاحت کی میں نے ضرورت نہیں سمجھی۔ کسی کو اللہ توفیق دے تو اس کی شرح لکھ دے۔

سوال: رموز دل میں ایک بات لکھی ہے کہ جو لوگ شریعت سے واقف ہوں نہ مراد شریعت سے اس میں یہ سوال لکھا ہے کہ شریعت تو اسلام کا ظاہری نظام ہے مراد شریعت کیا ہے؟

اب یہ سوال تو نہیں ہے صرف بات کرنے کا بہانہ ہے کہ خالی شریعت سے اگر کچھ مراد نہ ہو کچھ نتیجہ نہ نکلے خالی شریعت کو کوئی کیا کرے گا۔ کوئی بھی کام جو کیا جاتا ہے وہ شریعت ہو یا غیر شریعت ہو اس کا کوئی نہ کوئی تو نتیجہ ہوتا ہے کوئی مراد ہوتی ہے کہ یہ کام کروں گا تو اسکا یہ نتیجہ نکلے گا۔ مراد شریعت ہے اللہ سے تعلق اپنی بندگی کا احساس اپنی کمزوری کا احساس اور اس کی عظمت کا ادراک، آخرت پہ نظر، اس کی بارگاہ میں حاضری کی فکر۔ یہ مراد شریعت ہے۔ اور اگر یہ نصیب نہ ہو تو آپ نے دیکھا لوگ نماز بھی پڑھتے ہیں، حج بھی کرتے ہیں اور چوری بھی کرتے ہیں ڈاکے بھی ڈالتے ہیں اور داڑھی بھی رکھی ہوئی ہے۔ لوگوں کو قتل کرتے ہیں اور حلیہ مسلمانوں کا بنایا ہوا ہے اپنے طور پر بظاہر انہوں نے شریعت اپنائی ہوئی ہے لیکن ان کی نگاہ مراد شریعت کی طرف نہیں ہے۔

سوال: بینک میں کہا جاتا ہے کہ نفع نقصان کی بنیاد پر شراکت کریں ہم آپ کو نفع میں منافع دیں گے۔ ایسی صورت میں یہ پیسہ لینا درست ہے؟

جواب: میں اس بینک کے نظام سے واقف ہی نہیں ہوں۔ بینک کے ساتھ تعلق ضرور ہوتا ہے پیسے بینک میں ہم بھی رکھتے ہیں لیکن بغیر سود کے رکھتے ہیں اور بغیر لین دین کے رکھتے ہیں۔ ہم سے الٹا وہ چارجز لیتے ہیں۔ وہ کہتے ہیں یہ نفع نقصان ہے تو یہ ان کی ذمہ داری ہے۔ آپ مانتے ہیں تو آپ کی ذمہ داری ہے۔ یا آپ ایسے بندے سے پوچھیں جو بینکنگ سسٹم سے واقف ہو۔ جو بات بندے کو پتہ نہ ہو اس میں خوامخواہ رائے دینا درست نہیں ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ

اجتماع

23-07-09

ذکر اذکار میں نوافل میں تلاوت میں وقت بسر کرو لیکن ضروری نہیں بندہ مومن جو عشاء باجماعت ادا کرتا ہے پھر فجر اسے باجماعت مل جاتی ہے عنداللہ وہ ساری رات نماز میں شمار ہوتا ہے یہ تو اللہ کریم کا کرم ہے یہ نوافل جو ہوتے ہیں یہ over time ہوتے ہیں کہ کون زیادہ مزدوری کرنا چاہتا ہے زیادہ اپنی اجرت کمانا چاہتا ہے۔ تو یہ ہر ایک کی بدنی صحت جسمانی صحت قوت برداشت اور ہمت کے مطابق ہے ہر رات ساری رات جاگتا رہے ذکر کرتا رہے کون روکتا ہے۔ اور یہ کچھ خاص راتیں جو ہوتی ہیں ان کی اپنی کیفیات، اپنی برکات ہوتی ہیں جتنی کسی سے محنت ہو سکے کرے۔ نوافل کے لئے سب انداز ہوتے ہیں سوائے فرائض کے کسی چیز کی قید نہیں ہوتی۔ کہ مقرر کر دیا جائے کہ ضرور یہی کرو۔ کیونکہ فرائض کے علاوہ نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے کوئی ایسی چیز مقرر نہیں فرمائی سوائے فرائض کے نہ کوئی دوسرا آپ کر سکتا ہے۔ عبادات میں فرائض اللہ نے مقرر کر دیئے ہیں اس کے علاوہ کوئی پڑھتا ہے تو اس کی اپنی ہمت ہے بزرگ ساتھی ہوتے تھے قاضی صاحب تو انہیں نوافل پڑھنے کا بڑا شوق ہوتا تھا تو میں نے ایک دن ویسے ہی پوچھ لیا میرے ساتھ ذرا بے تکلف تھے۔ میں نے پوچھا صاحب کتنے نوافل پڑھ لئے رات دن میں۔ کہنے لگے میں بوڑھا ہوں تو اب مجھ سے زیادہ مشقت نہیں ہوتی اٹھا بیٹھا نہیں جاتا زیادہ دیر کھڑا نہیں ہو سکتا، بیٹھ کر بھی نوافل ادا کروں تو زیادہ دیر بیٹھ نہیں سکتا اٹھ نہیں سکتا گھٹنے درد کرنے لگتے ہیں ٹانگوں میں درد ہوتا ہے تو اب رات دن میں 500 رکعت پڑھتا ہوں اب چھوڑ دیئے ہیں۔ یہ تو اپنی اپنی لگن کی بات ہے ہمت کی بات ہے۔ توفیق الٰہی کی بات ہے کسی کو کتنی توفیق دیتا ہے۔ کس میں کتنی ہمت ہے۔ اور حضرت رحمتہ اللہ علیہ فرمایا کرتے تھے کہ مراقبات نوافل سے افضل ہیں۔ نوافل سے مراقبات میں زیادہ حضورِ حق نصیب ہوتا ہے اور یہ اجر میں بھی افضل ترین ہے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَآ اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

☆☆☆☆

ذکر قلبی اور لطائف کی اہمیت

ماہانہ اجتماع 7 مارچ 2010ء بمقام دارالعرفان منارہ، چکوال

اَلْحَمْدُلِلّٰہِ اَلْحَمْدُلِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ وَالصَّلٰوۃُ

وَالسَّلَامُ عَلٰی حَبِیْبِہٖ مُحَمَّدٍ وَّاٰلِہٖ وَاَصْحَابِہٖ اَجْمَعِیْنَ

اَعُوْذُ بِاللّٰہِ مِنَ الشَّیْطٰنِ الرَّجِیْمِ

بِسْمِ اللّٰہِ الرَّحْمٰنِ الرَّحِیْمِ

فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ ۚ فَاِذَا اطْمَاْنَنْتُمْ فَاَقِیْمُوا الصَّلٰوۃَ ۚ اِنَّ الصَّلٰوۃَ کَانَتْ عَلَی الْمُؤْمِنِیْنَ کِتٰبًا مَّوْقُوْتًا ﴿۱۰۳﴾ النساء 103

پانچویں پارے میں سورہ النساء کی یہ آیۃ مبارکہ ہیں۔ اوران سے پہلے صلوٰۃ خوف کا ذکر مبارکہ ہے۔ میدان جنگ میں نماز کا وقت ہوجاتا ہے تو حضور اکرم ﷺ کو حکم ہے کہ آدھے لوگ آپ ﷺ کے ساتھ نماز میں شریک ہوں اور آدھے لوگ اپنا اسلحہ اپنے ہتھیار لے کر اپنے محاذ پر ڈٹے رہیں۔ دو رکعت نماز ادا کر کے سلام پھیر کر چلے جائیں ان کی نماز ہوگئی۔ باقی دوسرے آپ کی اقتدا میں کھڑے ہوجائیں۔ اور دو رکعت آپ ﷺ کے ساتھ ادا کریں تو گویا نماز قصر بھی ہوگئی اور صلوٰۃ خوف چار کی بجائے دو، دو رکعتیں ہوگئیں اور سب کی نماز ادا ہوگئی۔ یہ قاعدہ ارشاد فرمانے کے بعد ارشاد فرمایا۔ یاد رہے کہ یہ بات محاذ جنگ کی ہے اور اس وقت کی لڑائی دست بدست ہوتی تھی آج تو فوجیں دور دور ہوتی ہیں اور جہازوں سے اور توپوں سے ان چیزوں اور جدید اسلحہ سے لڑ رہی ہوتی ہیں۔ 60,60-،40,40 میل دور مار کرنے والا توپخانہ ہوتا ہے وہ تو دست بدست جنگ تھی تلواروں، نیزوں کی اور آمنے سامنے فوجیں ہوتی تھیں۔ نماز کا حکم آج بھی یہی ہے عین میدان کارزار میں نماز کا وقت ہوجائے تو چھوڑی نہیں جائے گی آدھے لوگ امام کے ساتھ دو رکعت ادا کر کے سلام پھیر کے چھوڑ دیں اور دوسرے آکر شامل ہوجائیں۔ دوسری دو رکعتیں امام کے ساتھ وہ ادا کریں۔ فرمایا **فَاِذَا قَضَیْتُمُ الصَّلٰوۃَ** جب تم اپنی یہ صلوٰۃ خوف ادا کرچکو **فَاذْکُرُوا اللّٰہَ قِیٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰی جُنُوْبِکُمْ** تو جس حال میں بھی ہو، کھڑے ہو، بیٹھے ہو، یا لیٹے ہو اللہ کا ذکر کرتے رہو۔ مجھے یہ سمجھ نہیں آتی کہ قرآن کریم جگہ جگہ ذکر الٰہی کی تلقین کرتا ہے۔ صحابہ کرامؓ سے لے کر آج تک تمام مفسرین نے ساری تفسیروں میں اس کی تفسیر کی ہے پھر پتہ نہیں یہ کیوں کہہ دیا جاتا ہے کہ نماز بھی ذکر ہے تلاوت بھی ذکر ہے، کون کہتا ہے کہ نماز ذکر نہیں ہے۔ نماز ہی ذکر ہے۔ نماز ہی ذکر نہیں بلکہ تلاوت بھی ذکر ہے۔ تلاوت ہی ذکر نہیں ہے، کوئی کام جو انسان شریعت کے مطابق کرتا ہے وہ عملاً ذکر ہے۔ اُس میں اللہ کی یاد موجود ہے۔ شریعت احکام الٰہی کا مجموعہ ہے۔ عملاً کوئی کام جو خلوص سے شریعت کے مطابق کیا جائے عملی ذکر ہے۔ زبانی کوئی بھلی بات کہی جائے وہ لسانی ذکر ہے چہ جائیکہ اللہ کے نام کی تسبیح کی جائے۔ درود شریف پڑھا جائے۔ تلاوت کی جائے۔ اس کے علاوہ بھی جو بھلی بات کی

جاتی ہے یا اصلاح کی بات کی جاتی ہے۔ یا اچھی بات ذکر ہے زبانی ذکر ہے۔ پھر باوضو دست بستہ بارگاہ ایزدی میں کھڑے ہو کر اللہ کی سکھائی ہوئی دعا اس کی بارگاہ میں پیش کرنا انتہائی عاجزی تذلل خشوع و خضوع کے ساتھ بہت اچھا ذکر ہے۔ پھر رکوع سجود نبی کریم ﷺ نے فرمایا کہ نماز تو مومن کی معراج ہے۔ بندہ اللہ سے سرگوشیاں کرتا ہے وَ اَنَّهٗ يُنَاجِيْ رَبَّهٗ وہ اپنے رب سے اپنے دل کی بات کہہ رہا ہے لیکن ان میں سے کوئی بھی بات ایسی نہیں جو مسلسل ہو۔ ہر بات کی حدود و قیود ہیں ختم ہو جاتی ہیں۔ فرمایا ٹھیک ہے نیک عمل جہاد کر رہے ہو اس سے بڑا عمل کیا ہوگا؟ شہادتیں نصیب ہو رہی ہیں اس سے بڑا امر تبہ کیا ہوگا؟ کفر کے خلاف میدان جنگ میں موجود تھے آتش و آہن کی بارش ہو رہی ہے۔ نماز قصر ہوگی آدھے لوگوں نے دو رکعت پڑھیں پھر دوسرے آدھے لوگوں نے پڑھیں لیکن جب رکعتیں ختم ہو جائیں تب اپنے مورچے پر چلے جاؤ۔ تلوار بکف ہو لڑ رہے ہو۔ چھپ کر گھات لگا کر بیٹھے ہو، لیٹ کر دشمن کا انتظار کر رہے ہو یا کوئی لمحہ آرام کا مل گیا ہے کمر سیدھی کر رہے ہو یہ سارا کام کرو لیکن فاذکروا اللہ فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ کھڑے، بیٹھے، ذکر الٰہی کرتے رہو۔ نماز عبادت کا وقت تھا۔ عبادت پوری ہوگئی جہاد کے لئے میدان کارزار میں ہو اس میں جو فرصت ہے کہیں بیٹھے ہو، کہیں لیٹے ہو ہر حال میں ذکر الٰہی کرتے رہو۔ فاذا تممت جب جنگ ختم ہو جائے وَاَقِيْمُوا الصَّلٰوةَ تو عبادات کو قائم کرو۔ عبادات کو قائم کرنے سے مراد یہ ہوتی ہے کہ ایک تو اپنی صلوٰۃ کا اہتمام کرے۔ وقت کا لحاظ رکھے وضو صحیح طریقے سے کرے لباس صاف ستھرا ہو پاکیزہ ہو جگہ اچھی ہو یا مسجد قریب ہے۔ تو مسجد میں پہنچے یا جماعت پڑھے پورے اہتمام سے اور دوسرا امر اداس سے یہ ہوتی ہے قیام صلوٰۃ سے کہ دوسروں کو بھی اس کا قائل کرے تا کہ یہ قائم ہو۔ اقامت صلوٰۃ یہ ہوتی ہے کہ اسے پھیلائیں بھی دوسروں کو بھی سکھائیں بھی طریقہ بھی بتائیں اور ادا کرنے پر آمادہ بھی کریں۔ جہاں تک اس کی بات پہنچتی ہے۔ بھائیوں کو، بچوں کو، قریبیوں کو جو اس کی بات سنتے سمجھتے ہیں۔ اس لئے کہ جو کوشش کرے یقیناً یہ جو صلوٰۃ ہے وقت کے ساتھ مسلمانوں پر فرض ہے۔ كَانَتْ عَلَى الْمُؤْمِنِيْنَ كِتٰبًا مَّوْقُوْتًا (سورہ النساء 103) اپنے وقت کے ساتھ فرض ہے۔ اب اس وقت ہم اٹھ کر کہیں جی ہم ظہر پڑھ رہے ہیں تو وہ نہیں ہوگا۔ وقت پر ادا ہوگی وقت گزر جائے دیر ہو جائے تو قضا ہوگی وقت سے پہلے وہ نہ قضا میں شمار ہوگی نہ ادا میں شمار ہوگی۔ تو قرآنِ حکیم نے یہ جو ذکر الٰہی کا حکم دیا ہے یہ کیسے ممکن ہے کہ کوئی میدانِ جنگ میں بھی صلوٰۃ بھی پوری ادا نہ کر سکتا ہو قصر اور وہ بھی بھاگ دوڑ کر رہا ہو، پھر مورچے میں کھڑا ہے یا کھلے میدان میں۔ تیر آرہا ہے، گولیوں کی بارش ہو رہی ہے، بم گر رہے ہیں، تو کون سی تسبیح پڑھ رہا ہوگا اور پھر ہر حال میں قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ (سورۃ النساء 103) کھڑے ہو بیٹھے ہو لیٹے ہو یہ ممکن ہی تب ہے کہ اس کا قلب ذاکر ہو۔ دل کی دھڑکن اللہ کا نام لے رہی ہو۔ صحابہ کرامؓ کو یہ عظمت حاصل ہے کہ نہ صرف قلب ذاکر ہے بلکہ حضور اکرم ﷺ کی ایک نگاہ پاک سے عالم امر کے اعلیٰ مدارج حاصل ہو جاتے تھے۔ عظیم ترین بلند ترین منازل صرف ایک نگاہ سے حاصل ہو جاتے تھے۔ ذکر کا تعلق ہے فرمایا ثُمَّ تَلِيْنُ جُلُوْدُهُمْ وَ قُلُوْبُهُمْ اِلٰى ذِكْرِ اللّٰهِ (سورۃ الزمر آیت 23) جلد سے لے کر نہاں خانہ، بدن تک ان کا ہر ذرہ ذاکر ہو جاتا تھا۔ جدید سائنس کے مطابق انسانی وجود میں اوسطاً چھ کھرب سیل ہیں۔ پورے وجود میں چھ کھرب سیل ہیں، تو کھال سے نہاں خانہ دل سے مراد ہے کہ وہ چھ کھرب سیل ذاکر ہو جاتے ہیں اور سانس لینے میں تو دو چار لمحے لگتے ہیں لیکن وہ ہر لمحے میں کئی بار اللہ کا نام لیتے ہیں جب ذاکر ہو

جاتے ہیں تو ان سے اللہ، اللہ جاری ہو جاتی ہے اور خیال کیجئے کہ کسی وجود کے چھ کھرب سیل ہر لمحے میں کئی بار اللہ کہہ رہے ہوں تو اس کے ذکر کی کیفیت کیا ہو گی اور مطلوب بھی یہی ہے۔

فَاذْكُرُوا اللّٰهَ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ اور یہ ان سے فرمایا جا رہا ہے کہ جو محاذ جنگ پر ہیں اور جہاد میں مصروف ہیں۔ ورنہ تو دوسری جگہ ارشاد ہوتا ہے اِنَّ فِیْ خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَ الْاَرْضِ وَ اخْتِلَافِ الَّيْلِ وَ النَّهَارِ لَاٰيٰتٍ لِّاُولِی الْاَلْبَابِ (سورۃ الاعمران آیت 190) صاحب خرد صاحب دانش کے لئے نشانیاں ہیں۔ لُب کہتے ہیں بہترین دانش کو بہترین سمجھ اور بہترین شعور کو۔ تو جن میں اچھی دانش ہے بہترین صاحب شعور ہے صاحب عقل و دانش ہیں ان کے لئے بے شمار آسمانوں اور زمین میں بے شمار دلائل ہیں۔ لیکن وہ باشعور لوگ کون ہیں؟ قرآن کریم آگے خود فرماتا ہے الذین یذکرون اللہ قِيٰمًا وَّ قُعُوْدًا وَّ عَلٰى جُنُوْبِكُمْ صاحب شعور وہ لوگ ہین جن کا کوئی لمحہ غفلت میں نہیں جاتا۔ کھڑے ہوں بیٹھے ہوں یا سو رہے ہوں۔ اللہ کا ذکر جاری رہتا ہے انسان دس اجزاء کا مجموعہ ہے۔ پانچ اجزاء مادی ہیں۔ آگ، ہوا، مٹی اور پانی ان چاروں کے ملنے سے نفس تشکیل پاتا ہے۔ اس نفس کی بنیاد ہی یہ چاروں مادے ہیں۔ اس لئے کہتے ہیں کہ یہ پانچ مادی اجزاء ہیں۔ اسی طرح پانچ لطائف عالم امر کے ہیں۔ ان کے بارے میں اہل اللہ علمائے حق نے علمائے ربانیین نے اہل حق جگہ جگہ لکھا ہے۔ قلب، روح سری خفی اخفاء یہ پانچ لطیفے ہیں جو عالم امر سے ہیں یہ روح کی اساس ہیں۔ جس طرح بدن کی بنیاد عناصر اربع اور نفس مل جاتا ہے اسی طرح روح کی بنیاد یہ پانچوں لطائف ربانی ہیں۔ عالم امر سے اس کے ساتھ آئے ہیں۔ پھر ان کے ساتھ چھٹا لطیفہ نفس شامل کیا جاتا ہے کہ اس کو بھی ذکر الٰہی سے آشنا کیا جا سکے۔ اور ساتواں لطیفہ سلطان الاذکار ہوتا ہے یہی ہے کہ بدن کا ہر ہر ذرہ ذاکر ہو جائے تو گویا کسی کو اگر ساتھ لطائف نصیب ہو گئے اور اس نے ان پر مجاہدہ کیا محنت کی حلال کھایا سچ بولا اور اپنا وقت ان پر لگایا اور محنت کی تو صاحب دانش ہوا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے ہیں کہ میں ابتدائی منازل کے لئے لطائف کے لئے اور مراقبات ثلاثہ کے لئے اور فنا بقا تک کے لئے 16 سال تک حضرت رحمۃ اللہ علیہ کے مزار پر رہا۔ اس وقت مزار آج کی طرح کا نہیں تھا۔ حضرت رحمۃ اللہ علیہ فرماتے تھے کہ پہلے تو ویسے ہی کچی قبر ہوتی تھی۔ اس کے گرد بڑی جاڑیاں اور جنگل سا ہوتا تھا اور سانپ ہوتے تھے پھر چنیوٹ کے کوئی تحصیلدار تھے۔ چنیوٹ تحصیل میں لگے ہوئے تھے وہ حلقہ ذکر میں شامل ہوئے تو انہوں نے اس قبر پر ایک چھوٹا سا کمرہ بنوا دیا۔ جو آج موجودہ مزار کی شکل میں ہے اس میں بہت سی تبدیلیاں اور خوبصورت مزار اور مسجد ہے۔ اب تو سڑک بھی وہاں تک پکی ہو گئی ہے۔ تو بہر حال فرماتے تھے کہ سولہ سال میں میرا معمول یہ تھا کہ جب فصل کا وقت آتا تو میں گھر آتا تھا زمین مزارعین کو دی ہوئی تھی اپنے حصے کی فصل وصول کرتا اپنے گھر والوں کو اخراجات کے لئے دیتا اپنا خرچہ ساتھ لے جاتا اور پھر اگلی فصل تک وہیں رہتا۔ فرماتے تھے تہجد کے بعد ذکر کرتے تھے فجر ہو جاتی فجر کے بعد ذکر کرتے اشراق ہو جاتی اشراق کے وقت ناشتہ کرتے تھوڑی دیر آرام کرتے کھانا کھا کر پھر ذکر کر لیتے۔ پھر ظہر، ظہر سے عصر تک عصر سے مغرب تک چھٹی کرتے۔ اس میں کھانا، پینا، شام کا اور پھر مغرب سے عشاء تک یہ مستقل معمول رہا۔ لطائف اور ابتدائی مقامات سیکھنے کا۔ جو لوگ تقسیم کرتے ہیں یا اللہ کریم جنہیں یہ سعادت بخشتا ہے انہیں مفت ڈھر نہیں مل جاتی کہ وہ بانٹ رہے ہوتے ہیں۔ ان کا بڑا مجاہدہ شامل ہوتا ہے اور محنت اور عمریں خرچ ہوتی ہیں۔ زندگیاں لگتی ہیں۔ آج اگر کسی کو برکات مل رہی ہیں تو یہ وہ مجاہدہ ہے جو حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ نے کیا تھا۔ میں ہوں یا کوئی

اورہم تواسکا درمیانی سبب بن گئے ہم سے تووہ مجاہدہ نہیں ہوا ہم نے تو وہ نہیں کیا یہ ان کی محنت کے اثرات ونتائج ہیں کہ آگے تقسیم ہورہی ہیں۔ کسی کو اپنی بڑائی کے زعم میں مبتلا نہیں ہونا چاہیے کہ بزرگ ہوگیا ہوں کہ میری وجہ سے اتنے لوگوں کو فائدہ ہوگیا ہے۔ یہ پاور ہاؤس کی طاقت ہوتی ہے درمیان میں تاریں ہیں جو آگے لائٹ پہنچاتی رہتی ہیں۔ زیادہ گرم ہوں تو جل جاتی ہیں۔ آگے بھی لائیٹس بجھ جاتی ہیں اپنا وجود بھی کھو بیٹھتی ہیں۔ تو اس نظر سے دیکھا جائے تو تمام عبادات حتیٰ کہ جہاد تک بھی محض عظمت الٰہی کو منوانے کے لئے ہے یا اس میں کچھ اور بھی ہے۔ اور اگر دوسروں سے یا کائنات سے یا انسانیت سے عظمت الٰہی منوانا چاہتا ہے کوئی تو پہلے اپنے وجود کا، اپنے دل کا تو پتہ کرے، اپنے آپ سے تو منوائے۔ جس چیز پہ آپ کو خود اعتماد نہیں کسی دوسرے سے اسے منوانا ممکن نہیں۔ کوئی بھی بات دنیا کی لے لیں آپ کو مکمل یقین نہیں تو دوسرے کو کس طرح یقین دلوا سکتے ہیں۔ اللہ تعالیٰ نے بندے اور رب کے درمیان جو واسطہ اور تعلق رکھا ہے، وہ رب کی طرف سے، ہر طرح سے ہے۔ جو خالق ہے، رازق ہے، ہر وقت، ہر چیز عطا کرتا ہے۔ لیکن بندے کی کیا حیثیت ہے کہ اللہ سے تعلق قائم کرے۔ وہ راستہ صرف اس کی یاد اس کے نام نامی اس کے اسم ذات اور اس کے ذکر کا راستہ ہے اور اگر سلطان الاذکار تک لطائف بھی نصیب ہو جائیں تو یہ کتنی بڑی دولت ہے کہ چھ کھرب سیل ذاکر ہو جاتے ہیں اور ہر آن، ہر لمحہ اللہ کا نام اس کے وجود کے ذرے ذرے سے بلند ہوتا ہے کسی فارسی شاعر نے کہا تھا کہ

لذت ایں مے نہ شناسی بخدا تا نہ چشی

کہ بحث کرنے سے پتہ نہیں چلتا اس شراب کی لذت تو تب تک آپ کو پتہ نہیں چلے گی جب تک اس کو خود چکھیں گے نہیں۔ یہ ذکر الٰہی کی دلیلیں بیانات، باتیں اپنی جگہ۔ تو پتہ تب چلتا ہے جب خود پہ کچھ وارد ہو جب خود کیا جائے، جب اس کے لئے خود محنت کی جائے۔ خود کو کوئی ذرہ نصیب ہو تو پھر پتہ چلتا ہے کہ اس کی کیفیات کیا ہیں۔ چونکہ سننے سنانے سے تو دلائل دیئے جا سکتے ہیں۔ احکام الٰہی سنائے جا سکتے ہیں۔ سنت رسول مقبول ﷺ کا ذکر خیر کیا جا سکتا ہے۔ طریقہ بتایا جا سکتا ہے۔ تلقین کی جا سکتی ہے۔ لیکن محسوس تو نہیں کیا جا سکتا۔ کیفیت محسوس کرنے کے لئے تو کیفیت دل میں آئے گی تو پتہ چلے گا محسوس ہوگا۔ تو بندے کے پاس اللہ کریم سے تعلق کا راستہ ہی ایک ہے کہ ہر دم ہر لمحہ اس کی یاد اس کے دل میں بس جائے اس کا ذکر اس کی زبان سے لے کر اس کے وجود کے ذرات میں بس جائے اور ہر لمحہ اللہ اللہ ہوتی رہے۔ وَاَقِمِ الصَّلٰوۃَ لِذِکۡرِیۡ (سورۃ طٰہٰ آیت 14) نماز قائم کرو میری یاد کے لئے۔ تو یہ کوئی رسمی پیری مریدی یا رواجی اجتماع نہیں ہوتا یہ دنیوی امور کے لئے بھی نہیں ہوتا۔ یہ اللہ کا شکر ہے یہ الگ بات ہے کہ کوئی بندہ سجدہ کرتا ہے یا دعا کے لئے ہاتھ اٹھاتا ہے تو وہ اس کی مصیبتیں ٹال دیتا ہے وہ کریم ہے اسی طرح کوئی اس کی یاد کے لئے جمع ہو رہا ہے دنیوی مسائل بھی حل کر دیتا ہے وہ کریم ہے اس کا مقصد صرف اور صرف یاد الٰہی ہے۔ اللہ کی یاد کو اللہ کے نام کو اس کے ذکر کو دل میں دل کی گہرائیوں میں لطائف میں سارے وجود میں اگر کسی کو یہ نعمت نصیب ہوگئی تو اس نے اپنے مقصد کو پالیا۔ اور عجیب بات یہ ہے کہ دودھ دوا بھی ہے اور اور اللہ کی بڑی نعمت بھی ہے۔ لیکن اگر کوئی حد سے زیادہ پی جائے تو اس کے لئے تو زہر بھی بن جاتی ہے ہر کام ہر شعبے کی حدود وقیود ہیں حد سے کہیں بھی کوئی چیز ہے حد سے بڑھ جائے تو وہی چیز موت کا سبب بن جاتی ہے۔ اللہ کریم توفیق عمل دے ایمان کامل دے ہماری خطاؤں سے درگزر فرمائے اور یہ نعمت نصیب رکھے۔

وَاٰخِرُ دَعْوَانَا اَنِ الْحَمْدُ لِلّٰہِ رَبِّ الْعٰلَمِیْنَ

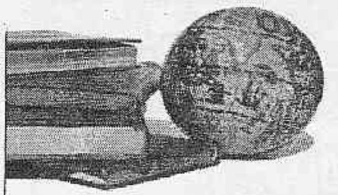

علوم جدیدہ اور دینیہ کا حسین امتزاج اقبال کے شاہینوں کا مسکن راولپنڈی بورڈ اور
پنجاب ایجوکیشن فاؤنڈیشن سے الحاق سے مسلسل دس سال راولپنڈی بورڈ سے
پوزیشن لینے والا واحد ادارہ

ہاسٹل کی سہولت موجود ہے

صقارہ سائنس کالج

داخلہ جاری ہے

پری کیڈٹ تا ایف ایس سی
(پری میڈیکل، پری انجینئرنگ)

داخلہ ایف ایس سی پارٹ 1

پری کیڈٹ اور آٹھویں جماعت

طلباء کی کردار سازی کے ساتھ ساتھ
چار گھنٹے رات ساڑھے دس بجے تک
قابل اساتذہ کی نگرانی میں کوچنگ کا اہتمام

ہاسٹل کی سہولت بہترین موسم
(صحت افزاء مقام)

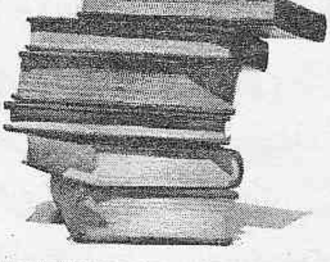

شاندار مستقبل کیلئے نادر موقع

پرنسپل لیفٹیننٹ کرنل (ر) تنویر الرحمٰن مزید معلومات کیلئے براہ راست رابطہ کریں

صقارہ سائنس کالج دار العرفان منارہ ڈاکخانہ نور پور ضلع چکوال۔ فون نمبر: 0543-562222, 562200

For Feed Back: siqariah@siqarahedu.com, principal@siqarahedu.com
viceprincipal@siqarahedu.com Visit at: www.siqarahedu.com

استاذ المکرّم حضرت مولانا اللہ یار خان رحمۃ اللہ علیہ کی سم الٰہی منگ میں دوسری محفل، دوسری نشست

ضلع مانسہرہ کے قصبہ سم الٰہی منگ میں حضرت جی رحمۃ اللہ علیہ کی ایک طویل اور آخری علمی محفل جو 23 نومبر 1983ء کو علماء کرام اور عوام کے ملے جلے مجمع کی صورت میں دو بار منعقد ہوئی اس میں ہزارہ بھر سے آئے ہوئے علماء کرام نے سوالات کی بوچھاڑ کی اور اس محفل میں حضرت جی رحمۃ اللہ کے علمی دلائل اور گفتگو سے لوگ مستفید ہوتے رہے اور سینکڑوں لوگوں نے حضرت کے دست پر بیعت فرمائی۔ اس محفل کی چند جھلکیاں نظر قارئین ہیں۔

ایک مولوی صاحب نے سوال کیا حضرت یہ جو یار لوگوں نے جسم مثالی کا ایک شاخسانہ چھوڑا ہے اس کی حقیقت کیا ہے؟

فرمایا، جسم مثالی کے سلسلے میں جو کچھ یہ لوگ کہتے ہیں اس پر غور کیا جائے تو معلوم ہوتا ہے کہ اس کے ایسے دوررس نتائج ہیں کہ اعمال کو تو چھوڑیے ایمان بھی اس طوفان کی نذر ہو جاتا ہے۔ سب سے پہلی غور طلب بات یہ ہے کہ رسالت و نبوت روح کی صفت ہے یا جسم کی یا روح مع الجسد کی؟ یہ کہتے ہیں کہ یہ صفت روح کی ہے۔ اب سوال یہ ہے کہ جب ان کے قول کے مطابق روح جسم مثالی میں چلی گئی تو جسد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم تو خالی رہ گیا مگر کس سے خالی رہا۔ ذرا کلیجہ تھام کر جواب دیجئے نبوت اور رسالت سے خالی ہو گیا۔ یعنی جو محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم جسد مع الروح خاتم النبیین تھے وہ خاتم النبیین نہ رہے بلکہ نبوت و رسالت جسم مثالی میں منتقل ہو گئی پھر یہ کہ جسم مثالی جو جسد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے افضل ہو گیا بلکہ افضل کے مقابلے میں مفضول کی بھی کچھ حیثیت تو ہوتی ہے ان کے قول کے مطابق جسد محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فضول ہی ہوا۔

بات یہیں ختم نہیں ہوتی بلکہ یہ لوگ یہ نو ایجاد عقیدہ اپنی ذات تک محدود نہیں رکھتے بلکہ فتویٰ کی صورت میں یہ تکرار کرتے ہیں کہ جو شخص حیات انبیاء کا عقیدہ رکھتا ہے۔ وہ مشرک ہے۔ حالانکہ علماء ربانی نے اس قسم کا فتویٰ دینے سے پرہیز کرنے کے لئے بڑی تاکید کی ہے۔ یہ کام اس عالم کا ہے جو فقہ میں مہارت تامہ رکھتا ہو۔ اور خوب چھان بین کرنے کے بعد اگر ضروری سمجھے تو کسی کے متعلق کفر کا فتویٰ دے۔ مگر یہ لوگ تو ایسے جری ہیں کہ ان کا مبلغ خواہ اردو کی چند کتابوں تک ہی محدود ہو کفر کا فتویٰ دینے کے لئے اس کی زبان قینچی کی طرح چلتی ہے۔ ہمارے متقدمین فقہائے کرام نے عقائد، عبادات، معاملات اور اخلاق یعنی دین کے ہر شعبے میں تحقیق کا حق ادا کر دیا ہے۔ لیکن اس کے مقابلے میں یہ لوگ بے دھڑک کہہ دیتے ہیں کہ هُمْ رِجَالٌ وَنَحْنُ رِجَالٌ بلکہ یہاں تک کہہ دیتے ہیں کہ قرآن فہمی میں ہم اُن لوگوں سے کہیں آگے ہیں۔ یعنی اہل حق و اہل ورع تقویٰ علماء کرام نے قرآن سمجھا ہی نہیں اور یہ جو زکوۃ کے ٹکڑوں اور قربانی کی کھالوں کی آمدنی پر پلے بڑھے ہیں ان کو زیادہ بصیرت حاصل ہو گئی ہے اور دو لاکھ سے زائد تفسیریں قرآن حکیم کی درخور اعتنا ہی نہیں اس ماڈرن قرآن فہمی کے کرشمے ہیں کہ ملک میں جو زکوۃ و عشر کا قانون لاگو ہوا، ان کا محمد رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے کوئی تعلق نہیں۔ لادینی سیاست کے تقاضے خواہ کچھ ہوں احکام الٰہی کو سیاست کی بھینٹ چڑھا دینا مناسب نہیں۔ جزا و سزا کے سلسلے میں بھی یہ لوگ گل فشانیاں کرتے ہیں۔ جزا و سزا

کے لیے یہ شرط نہیں کہ جسم کی یہ ہیت رہے جسم خواہ ٹکڑے ٹکڑے ہوجائے متاثر ضرور ہوگا۔ حضرت ابراہیمؑ کے واقعہ میں دیکھ لیجئے۔ مختلف پہاڑوں پر مختلف پرندوں کے اجزاء رکھوا کے حکم دیا اب انہیں بلایئے یعنی جس کو آپ بلائیں گے اس کے اجزاء جہاں بھی ہوں گے آپ کی آواز سن کر دوڑتے ہوئے آئیں گے۔ مگر یہ لوگ جو عقیدہ تیار کیئے بیٹھے ہیں یہ تو ہندوؤں کا عقیدہ ہے۔ نئے نئے عقیدے ایجاد کر لینا اسلام نہیں اسلام تو وہ ہے جو نبی کریمؐ نے اللہ کریم سے سیکھا حضور اکرمؐ نے صحابہ کرامؓ کو سکھایا ان سے تابعین نے سیکھا اور ان سے تبع تابعین نے سیکھا یوں نسلاً بعد نسل حضور اکرمؐ سے نقل ہوتا ہوا ہم تک پہنچا۔ اگر خیر القرون سے اعتماد اُٹھ جائے تو اسلام نہیں ملے گا۔ اسلام لیبل کے ساتھ کفر کی بے شمار صورتیں ہوسکتی ہیں۔ میں مشورہ کے طور پر کہتا ہوں کہ ہر مولوی کے پاس چار تفسیریں ضرور ہونی چاہیں۔ (1) ابن کثیر (2) ابو سعود (3) تفسیر کبیر اور روح المعانی۔ ان حضرات نے دین کا کوئی پہلو، کوئی شعبہ تشنہ نہیں چھوڑا۔

ایک دوسرے مولوی صاحب۔ جو بالاکوٹ سے تشریف لائے انہوں نے سوال کیا یہ حضرات کہتے ہیں کہ ہر نفس کو موت کا مزا چکھنا ہے۔ اس سے کوئی شخص حتیٰ کہ نبی بھی مستثنیٰ نہیں۔ پھر حیات النبی کی ترکیب کہاں سے آئی؟

آپ نے اس کے جواب میں فرمایا كُلُّ نَفْسٍ ذَائِقَةُ الْمَوْتُ ہی پر غور کرنے سے ایک حقیقت سامنے آجاتی ہے جس سے موت وحیات سمجھنا آسان ہوجاتا ہے۔

اس آیت میں دو چیزوں کا بیان ہے۔ ایک ذائقہ اور دوسرا مذوق ایک چکھنے والا اور دوسرا جسے چکھا گیا ہو۔ اس میں نفس ذائقہ ہے اور مذوق موت ہے۔ اب آپ بتائیں کہ جب آپ کسی چیز کو چکھتے ہیں تو کیا اس کا نتیجہ یہ نہیں ہوتا کہ چکھنے والا باقی رہتا ہے اور وہ چیز معدوم ہوجاتی ہے جسے چکھا گیا ہو یعنی ذائقہ باقی رہتا ہے اور مذوق فنا ہوجاتا ہے۔ اس اصول کو اس آیت کے مفہوم پر منطبق کر کے دیکھیے صاف ظاہر ہے کہ ذائقہ یعنی نفس کو فنا نہیں۔ مذوق یعنی موت کو آخر فنا ہے۔ دوسری بات یہ ہے کہ دنیا کو تو ہر شخص زود یا بدیر چھوڑ ہی دیتا ہے مگر اس چھوڑ دینے کو فنا کہیں تو قرآن مجید کی وہ سینکڑوں آیتیں جو برزخی زندگی پر دال ہیں انہیں کیا آپ قرآن مجید سے کھرچ دیں گے۔ برزخی زندگی میں اختلاف اُمت کا نشان ہی نہیں ملتا۔ قرآن مجید کی آیات، متواتر روایات اور اتفاق اُمت اس حقیقت پر شاہد ہیں۔ اس اختلاف کی ابتدا445ھ میں ہوئی۔ اسلام کی ابتدائی ساڑھے چار صدیوں میں برزخی زندگی میں کسی اختلاف کا نشان نہیں ملتا۔ سلجوقی وزیر بیکندی نے ۴۴۵ھ میں برزخی زندگی کے انکار کی مہم چلائی۔ اس کے بعد کرامیہ نے اس کو اپنا لیا۔ اس دور میں بھی علامہ بیہقی اور علامہ قشیری نے اس کی خوب تردید کی۔ پھر امام ابوالحسن اشعری رحمۃ اللہ علیہ کرامیہ کے ناک میں دم کر دیا۔ امام اشعریؒ وہی ہستی ہیں کہ عقائد میں ہم لوگ انہی کے مقلد ہیں۔ جس طرح اجتہادیات میں امام ابوحنیفہ کے مقلد ہیں۔ آخر کرامیہ نے حکومت کا دروازہ کھٹکھٹایا۔ سلطان محمود غزنوی کے سامنے شکایت کی کہ اشعری کے عقائد کفریہ ہیں۔ آپ کو عدالت میں طلب کیا گیا۔ آپ نے جواب دعویٰ کے طور پر فرمایا۔ میں محمد رسول صلی اللہ علیہ وسلم اللہ کو ابتداء میں نبی مانتا ہوں۔ دنیا میں نبی ہیں برزخ میں نبی ہیں۔

هُوَحَیٌّ فِیْ قَبْرِہٖ۔ آپ اپنی قبر انور میں زندہ ہیں۔ اگر وہ اب نبی نہیں تو نبوت کہاں گئی۔ رسالت کہاں گئی یہ سن کر آپ کو نہایت عزت واحترام سے گھر پہنچایا گیا۔

کرامیہ بھی من حیث القوم مماتی عقیدہ نہیں رکھتے تھے۔ علامہ قشیری نے ایک رسالہ لکھا (شکوہ اہلسنت والجماعت) اس

میں انہوں نے تصریح کردی کہ من حیث الکل کرامیہ کا یہ عقیدہ نہیں پھر امام ابوالحسن اشعریؒ نے خود ایک کتاب لکھی ''مقالات السلامین''، مگر ان لوگوں نے امام اشعریؒ کے ذمہ بہتان لگایا کہ وہ حیات کے قائل نہیں تھے چنانچہ اس کی تردید کے لئے بعد میں ایک کتاب لکھی التکذیب المفتری اِلی ماَنسب الی ابوالحسن الاشعریؒ، علماء اہل سنت کا کہنا ہے کہ سنی مولویوں کے پاس یہ کتاب لازماً ہونی چاہیے یہ کتاب نابود ہوگئی تھی۔ اس طرح امام تاج الدین سبکی کا ایک رسالہ التبصیر، اس مسئلہ کی تصریح میں لکھا گیا۔ بہر حال یہ عقیدہ کرامیہ ہی کے ایک گروہ نے اپنا لیا اور اس کی تشہیر کی۔ امام سبکی کے بعد یہ مسئلہ دب گیا۔ اب ہمارے عہد میں پھر اس کا احیاء کیا گیا۔ اور اس شدت سے اس کا پروپیگنڈا کیا گیا۔ یہ گویا اصل دین یہی عقیدہ ہے۔ مولوی غلام اللہ خان نے اس کا بیج بویا اور عنائت اللہ گجراتی اور سعید احمد چترو ڑگڑھی اب اس کی آبیاری کررہے ہیں۔ بندیالوی اور نیلوی نے حسب توفیق اس کار خیر میں جی بھر کے حصہ لیا۔ میں ایک دفعہ ملتان گیا ایک مولوی صاحب آئے اور اِنَّکَ لَاتُسمِعُ الْمَوْتٰی اور اسی قبیل کی دوسری آیات پڑھ کر سنانے لگے میں نے پوچھا مولانا ذرا غور تو کریں یہ آیات موت پر دلالت کرتی ہیں جو مفہوم آپ لے رہے ہیں وہی سمجھا جائے تو چشم تصور کے سامنے یہ منظر آتا ہے کہ حضور اکرمؐ قبرستانوں میں جا کر مردوں کو تبلیغ کیا کرتے تھے تو اللہ تعالیٰ نے حضورؐ اکرم کو بتایا کہ تو مردوں کو نہیں سنا سکتا جس کا مطلب یہ ہوا کہ جس ہستی کو رب کریم نے قیامت تک آنے والے ہر انسان کے لیے ہادی بنا کر بھیجا اس کو معاذ اللہ اتنی بھی سمجھ نہیں کہ تبلیغ مردوں کو کرنی ہے یا زندوں کو۔ اس سے بڑھ کر نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم کی توہین کی کوئی اور صورت بھی ہوسکتی ہے۔ پھر انہوں نے بریلوی دیوبندی اختلاف کا مسئلہ چھیڑ دیا۔

میں نے کہا میں اس مسئلہ میں کبھی دخل نہیں دیتا۔ کیونکہ میں بزدل ہوں۔ وہ کہنے لگے وہ کیسے۔ میں نے کہا بس ایسے کہ یہ بحث کرنا دلیر آدمی کا کام ہے کیونکہ ایک طرف کے انتہا پسندوں نے اللہ کے پلے میں کچھ نہیں چھوڑا۔ دوسری طرف کے بہادروں نے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس کچھ نہیں چھوڑا۔ لہٰذا یہ اسی سورما کا کام ہے جسے نہ خدا کی پرواہ نہ رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی۔ اور میں بزدل ہوں لہٰذا اس بحث میں پڑتا ہی نہیں۔ اہل باطل سے مناظرے میں مجبوراً کچھ کہنا پڑتا ہے۔ وہ بھی اس کی بات ہوتی ہے مگر اپنی زبان سے کہتے ہوئے بھی شرم محسوس ہوتی ہے۔ لیکن مناظرہ کے تقاضے پورے کرنے ہوتے ہیں۔

دلائل کی تین قسمیں ہیں۔ (1) نقلی (2) عقلی (3) ذوقی۔ اللہ کے فضل و کرم سے حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کے سلسلے میں ہمارے پاس تینوں قسم کے دلائل موجود ہیں پھر ان میں ذوقی دلائل کی حیثیت ہی عجیب ہوتی ہے۔ فرض کیجئے ٹھیک دوپہر کے وقت دس اندھے ایک بینا کو دلائل دینے لگیں کہ یہ رات کا وقت ہے تو کیا ان کے دلائل سن کر وہ اپنے سر کی آنکھوں کے سامنے چمکتے ہوئے سورج کا انکار کردے گا۔ یقیناً نہیں تو میں حیات برزخی کا انکار کیسے کردوں جب کہ میں خود انہیں دیکھتا ہوں' ان سے باتیں کرتا ہوں تو یہ اندھے ایک دو تین نہیں سینکڑوں آجائیں میں اُن کی بات کیونکر مان لوں۔ پھر یہ لوگ ظلم یہ کرتے ہیں کہ اس مسئلہ کو کفر و ایمان کا مدار علیہ قرار دیتے ہیں۔ حتی کہ ان کے ایک پہلوان نے تو دوران تقریب یہاں تک کہہ دیا تھا کہ اگر ابوبکر صدیقؓ بھی حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا قائل ہو تو وہ بھی مشرک ہے (انا للہ وانا الیہ راجعون)

ان کی اسی انتہا پسندی اور بدتمیزی کی وجہ سے ہمیں حق واضح کرنے کی ضرورت محسوس ہوئی اور اس مسئلہ پر چار کتابیں لکھ دیں۔

نہایت دکھ کی بات ہے کہ ملک میں دو وبائیں اس زور سے پھیل رہی ہیں کہ بایدوشاید ایک طرف خارجیت ہے اور ان کا سارا زور اس بات پر ہے کہ یزید کو علیہ السلام کہو۔ دوسری طرف یہ مماتی ہیں کہ دیوبندی کا لیبل لگا کر تمام اکابر دیوبند کو مشرک کہتے ہیں۔ ان کا سارا زور اسی بات پر ہے کہ نبی مر کے مٹی ہوگئے۔ اور یہ جو نہ مانے وہ کافر مشرک۔ حالانکہ اصل واقعہ یہ ہے کہ اہل کوفہ نے ہزاروں خطوط لکھ کر حضرت حسینؓ کو کوفے بلایا اور کوفہ ان کا اپنا گھر تھا۔ پھر انہی بلانے والوں نے آپ کا راستہ روک دیا۔ اور خود ان لوگوں نے جنہوں نے خط لکھ کر بلایا تھا اپنے ہاتھوں سے حضرت حسینؓ کا گلہ کاٹا۔ یہ درست ہے کہ شیعوں کی کتابوں سے یزید کی برات ثابت ہوتی ہے مگر اہل سنت والجماعت کا موقف ان سے بالکل مختلف ہے۔ مثلاً امام احمد بن حنبل یزید کو کافر کہتے ہیں، قاضی ثناء اللہ پانی پتی تفسیر مظہری میں اس کو کافر لکھتے ہیں۔ علامہ قرطبی نے کافر لکھا ہے۔ شاہ ولی اللہ محدث دہلوی رحمۃ اللہ علیہ اسے ذالی رافی لضلال، لکھتے ہیں۔ علامہ وزیر خان اسے الروض الباسط میں لکھتے ہیں کہ امام ابوحنیفہؒ اِسے مردود لکھتے ہیں۔ امام مالکؒ اس کو ابلیس کہتے ہیں۔ امام شافعی اسے شیطان لکھتے ہیں۔ ملتان میں بھی ایک خارجی سے اسی سلسلہ میں گفتگو ہوئی۔

ذوقی دلیل کے سلسلے میں یہ بات واضح کردینا ضروری ہے کہ کشف والہام ولی مظہر احکام ہے، مثبت احکام نہیں۔ یعنی شریعت کے احکام وہی ہیں جو قرآن وسنت سے ظاہر ہیں۔ کوئی نیا حکم وضع نہیں ہوگا ہاں احکام کے اسرار ورموز اس سے ظاہر ہوجاتے ہیں زرقانی چھٹی جلد میں اس کی حیثیت پر تفصیلی بحث کی گئی ہے جس کا ما حاصل یہی ہے کہ کشف والہام مثبت احکام نہیں لہذا شریعت کے احکام وہی ہیں۔ اور عمل انہی پر ہوگا جو قرآن وسنت سے ثابت ہے۔ حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کی روح پر فتوح سے جو بات معلوم ہو اس سے شریعت کے احکام نہیں بدلیں گے۔ اسی طرح اگر کوئی شخص کشفی طور پر حضور صلی اللہ علیہ وسلم اکرم کی زیارت کرتے ہیں وہ صحابیؓ نہیں بن جاتا کیونکہ صحابیت کے لیے جانبین کا مکلّف ہونا، دنیا میں موجود ہونا اور دیکھنے والوں کا باایمان ہونا شرط ہے۔ بلکہ یہاں تک لکھا ہے کہ اگر نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو دنیا سے انتقال کے بعد بھی کسی شخص نے دیکھ لیا تو وہ صحابی نہیں بن سکے گا۔ حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم کا مسئلہ ایسی حقیقت ہے جیسے وہ علماء کرام تسلیم کر چکے ہیں جو ہمارے لئے مشعل ہدایت ہیں۔ مثلاً شاہ ولی اللہ دہلویؒ عبدالعزیز دہلوی مجدد الف ثانی ربانیؒ، امام مجدد الف ثانیؒ رشید احمد گنگوہیؒ محمد قاسم نانوتویؒ مولانا حسین احمد مدنیؒ اشرف علی تھانویؒ احمد علی لاہوریؒ تمام اکابر دیوبند بلا اختلاف اس مسئلہ پر متفق ہیں۔ ان کے مقابلے میں قل اعوذ یوں کی حیثیت ہی کیا ہے۔ شاہ ولی اللہؒ وہ ہستی ہیں کہ ان کا علم ایک پلڑے میں رکھا جائے تو اور براعظم کے تمام اکابر علماء کا علم دوسرے پلڑے میں رکھا جائے تو شاہ صاحب کا پلڑا بھاری ہوگا۔ ان کی کتابیں الانتباہ فی سلاسل اولیاء اللہ تفہیمات الفوز الکبیر خیر کثیر دیکھیے۔ تفسیر میں وہ فرماتے ہیں میں نے سارا قرآن کریم نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم سے پڑھا ہے میں سید اویسی ہوں۔ مولانا رشید احمد گنگوہی نے فرمایا میرے چند برس ایسے گزرے ہیں کہ میں نبی کرم صلی اللہ علیہ وسلم سے پوچھے بغیر کوئی کام نہیں کرتا تھا۔ مولانا انور شاہ صاحب سے گجرانوالہ کے مولوی محمد چراغ صاحب نے سوال کیا۔ کیا اہل قبور سے اخذ فیض ہوسکتا ہے۔ انہوں نے فرمایا محدثین تو نہیں مانتے لیکن میں تو قائل ہوں۔ کیونکہ ہر فن میں ماہر فن کی بات ہی سند ہوتی ہے۔

اس فن یعنی اجرائے فیض اور اخذ فیض کے فن کے ماہر صوفیائے کرام ہی ہیں۔ ان میں وہ حضرات جو علم کے ستون ہیں

جب وہ کہتے ہیں تو انکار کی مجال کس کو ہے۔ حضرت شاہ ولی اللہؒ نے اپنے حالات بیان کرتے ہوئے فرمایا 28 سال کی عمر میں حرمین چلا گیا۔ ایک روز ریاض الجنہ میں کھڑا ضحیٰ کے نفل پڑھ رہا تھا۔ ایسی حالت پیش آئی کہ میں نہیں کہہ سکتا کہ سر کی آنکھیں دیکھ رہی تھیں یا دل کی آنکھیں۔ میں نے دیکھا کہ حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم دونوں ہاتھ زانوؤں پر رکھے ہیں مراقبہ کی حالت میں ہیں۔ میں بیٹھا دیکھتا رہا۔ تھوڑی دیر بعد آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ مبارک آگے بڑھائے۔ میں نے آگے بڑھ کر بیعت کر لی۔ اور یہ بات تفہیمات الٰہیہ اور فیوض الحرمین میں موجود ہے۔

شاہ صاحب لکھتے ہیں میں نے اہلِ سنت کے چاروں فقہی مکاتب فکر کے متعلق پوچھا کہ حضور کس کو ترجیح دیتے ہیں۔ حضورؐ نے فرمایا چاروں ایک جیسے ہیں۔ پھر میں نے تصوف کے چاروں سلسلوں کے متعلق یہی سوال کیا تو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے وہی جواب دیا کہ چاروں ایک جیسے ہیں۔ پھر میں نے پوچھا یا رسول اللہ کیا میں تقلید چھوڑ دوں اور خود کتاب اللہ اور سنت رسول سے احکام اخذ کیا کروں حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ایسا نہ کرنا گمراہ ہو جاؤ گے اسی طرح چھٹی صدی میں سید احمد رفاعی کا واقعہ پیش آیا نو ہزار آدمی اس وقت موجود تھے جب قبر مبارک سے حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے ہاتھ باہر نکالا اور سید احمد رفاعی نے بوسہ دیا۔ اسی قسم کا واقعہ اعظم شاہ بنوری کا ہے۔ اسی طرح مولانا مدنی اپنا واقعہ بیان کرتے ہیں۔ غرض اکابر دیوبند میں سے کوئی ایک صاحب بھی ان مماتیوں کے عقیدے کا نہیں۔ تمام علمائے دیوبند حیات النبی صلی اللہ علیہ وسلم اور حیات برزخیہ کے قائل ہیں۔ جسم مثالی کی ترکیب ایجاد کر کے ان لوگوں نے ٹھوکر کھائی اور دوسروں کو گمراہ کیا جس کی اصل یہ ہے کہ قبر میں روح کی شکل بعینہ وہی ہوتی ہے جو جسم کی ہوتی ہے یعنی روح کی یہ صورت مثالی ہوتی ہے مولانا روم رحمۃ اللہ علیہ مثنوی میں یہ حقیقت اشارتاً بیان فرمائی اور حضرت انور شاہ صاحبؒ نے بھی یہی فرمایا ہے۔ روح پیدائشی طور پر عاقل بالغ ہوتی ہے۔ الست بربکم کے جواب میں ارواح کا بلیٰ کہنا اس کی بین دلیل ہے۔ ہاں جب بچہ پیدا ہوتا ہے تو روح کو بدن کے تابع کر دیا جاتا ہے۔ فلاسفہ نے اس سے اختلاف کیا ہے وہ کہتے ہیں کہ تخلیق مادے سے کی گئی ہم کہتے ہیں کہ وہ صورتیں تھیں۔ صورت کا عند اللہ وجود ہوتا ہے جیسے انجینئر کے ذہن میں عمارت کی صورت موجود ہوتی ہے۔ اسی کے مطابق وہ نقشہ بناتا ہے پھر مکان تعمیر ہوتا ہے اسی بنا پر ہم کہتے ہیں کہ بچہ اگر کافر کا بھی ہے تو بلوغت سے پہلے اگر وہ مر جائے تو وہ کافر نہیں کیونکہ روح نے جو بلیٰ کہا تھا اس کا اقرار ابھی تک اس کے ساتھ ہے کل مولود یولد علی فطرتہ اسی حقیقت کا بیان ہے جسم مثالی کا دھوکہ ایک اور وجہ سے بھی ہوا وہ یہ کہ قبر میں روح نظر آتی ہے۔ بدن نظر نہیں آتا۔ اور روح کی شکل بالکل بدن کی طرح ہوتی ہے غلطی سے یہ سمجھ لیا گیا کہ روح کو جسم مثالی مل گیا ہے۔ دین وہ ہے جو حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہؓ کو سکھایا حدیث وہ ہے جو دنیوی زندگی میں حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی زبان مبارک سے نکلی۔ رہی بات روح اور باطنی دولت کی تو روح زندہ ہے۔ اس کا تعلق **مِنْ وَجْہٍ** دنیا کے ساتھ ہے اور **مِنْ وَجْہٍ** آخرت کے ساتھ ہے۔ اسی وجہ سے جب ایصال ثواب کیا جائے تو ان کو ملتا ہے روح کا تعلق دنیا سے اس وقت منقطع ہوگا جب پل صراط سے گزرے گی۔

☆☆☆

beloved tell the people that I seek no wage from you for conveying you Allah's massage. I do seek your affection in respect of kinship .In makkan period if one brother accepted Islam his brother oppressed him, this should not be done .Kinship ties must be honoured.When the Holy Prophet (SAW) announced his prophet hood Abu Lahab and Abu Jahal who were his uncles did not honor their kinship ties. He said he did not ask for any wage for his preaching but his reward is with Allah. Yet he did expect of them to tolerate one another as relatives should.This is why the scholars opine that taking a wage for a religious duty is not right. No Prophet(AS) took any wage for propagation.

A teacher who teaches religious studies takes wages.No wages can be taken for leading a prayer but the money paid as salary to an imam of a mosque is because he is bound to stay inside the mosque whereby he cannot earn a living .Hence he is paid a salary not for leading the prayer but for his time which he dedicates to the mosque .If we study the life of the leading scholars of Islam we find that most of them worked for a living.Some of them were very rich.

And who-so-ever does a good deed, We shall increase for him good in respect thereof .Verily Allah is Forgiving, Appreciative".

Whosoever will obey Allah and His Prophet (SAW) his actions will become righteous. Allah will increase his reward manifolds. He is forgiving and whosoever shows gratitude to him is blessed immensely by Him .He forgives their human errors .There is only one condition that a person does not let go off the Prophet (SAW)but tries his best to hold on to him (SAW). Such a person shall certainly earn Allah's forgiveness.

The Prophet (SAW) has narrated these facts because Allah wants His servants to be tranquil with world which is marked with worries. When faced with hardship the bondsmen of Allah have the courage to analyze that they must have erred somewhere,so they repent before Allah and seek his forgiveness. Hence their mistakes too become a source of Allah's nearness.

The scholars and saints exert all theirs efforts in making people cognizant of Allah, if he is blessed with bounties he must show gratitude and if something unpleasant befalls him he may seek Allah's mercy and forgiveness.

Hazrat Moulana Allah Yar Khan (RUA)would say that the entire gist of the Quran is in surah Fateha and the entire gist of surah Fateha is in Bismillah-i-rrehman-i-rrahim .The gist of Bismillah is in the B which connects with the name of Allah who is Rehman & Raheem .What is Islam? It is that a person gets connected to Allah and develops an unrelenting faith in Allah which bends him to Allah and his life is marked with obedience.

The Prophet (SAW) of Allah ,the Companions , the saints and the godly scholars all work for making people connected with Allah .They make a person feel presence before Allah , then it is between that person and Allah .When a person acquires this state he does not feel like disobeying Allah and if he makes a mistake it really upsets him.He then repents and finds joy in obedience ,which is no longer a burden . Hence Allah's Deen ,His book and His Prophet (SAW) are all means of making a person aware of Allah's magnanimity and that he adheres to his Allah, talks to him, seeks his forgiveness and is always present in His court .This presence is the real goal, rest are all means .

May Allah grant it to every one and save us from his wrath, May He forgive our mistakes and grant us the capacity to do good and obey the Holy Prophet (SAW).

there they will see all their evildoings personified.

Today it is easy to understand this as we see events recorded on television, so it is no longer unimaginable that actions will become personified. The wrong-doers will be extremely anxious upon seeing what they have earned but their anxiety will be of no avail.

Those who were blessed with faith and they did righteous deeds they will be in the gardens of Jannah .Wherever آمنو ا (accept faith) is mentioned in the Quran it is always accompanied by عملو الصّٰلحٰت perform righteous deeds.

What is "Iman"? "Iman" is synonymous to obedience. Imam Shafii and others define "Iman" as deeds.Only Imam Abuhanifa says that since acceptance of faith is also a deed so a person should be accepted as a believer. But all the rest say that he be only accepted as a believer if his character endorses his claim.

What is a righteous deed (عمل صالح)? Human psyche is such that every individual considers his actions as correct .Even a thief , an oppressor finds justifications for his actions. How will we determine what is right? There is only one yardstick for righteous deed,that which is told by the Holy Prophet(SAW) or that deed which was done in his presence and he approved of it that is (عمل صالح)righteous deed.If jihad is done in accordance with Allah's command then killing the opponent and being killed are both(عمل صالح) righteous deed .Spending in compliance with Allah s command and some times not spending is (عمل صالح)righteous deed.Hence there is only one criteria for (عمل صالح)righteous deed and that is Holy Prophet(SAW),whatever he likes is (عمل صالح)righteous deed.Now a person who claims to be a believer, his level of faith will be determined by his conduct so it is said that those who believed and obeyed the Holy Prophet(SAW)will be in the gardens of jannah. (لَهُمْ مَّا يَشَآءُوْنَ عِنْدَ رَبِّهِمْ)Whatever they will desire will be granted to them .This life has been given for obedience , If we analyse it we find that the initial six years are of childhood, then is the period till maturity.A lot of years are dedicated to old age. There is a very short period in between for activity of which again a major chunk goes in sleeping. Very little time is left for action .Allah says if you obey Him and his Prophet (SAW) in this short span of life then in the eternal and never ending life whatever you say, will be done, whatever you desire, will be given to you .Hazrat AbdulQadir Jilani has collected detailed account of Jannah and Jahannam based on the sayings of the Holy Prophet(SAW). According to a Hadith a resident of Jannah will in his heart praise the dress of a fellow resident and before he would actually wish for it his dress would be changed as the one he praised.This is indeed a lucrative deal that one obeys the Holy Prophet(SAW) in this brief span of life as much as can be done easily because what one cannot do, is not expected of him.Moreover he is allowed to live a decent life, to eat good food, wear good clothes ,have a good home ,nothing is prohibited .The only requirement is that all this be done in the manner taught by the Holy Prophet(SAW).As a result your wishes will be granted in your eternal life .This indeed is a great divine favor and only He can be so generous .

"That is the glad tidings Allah gives to His bondsmen who believe and work righteous deeds".

Why has Allah narrated these glad tidings? This is because He wants His servants who believed and did noble deeds to be happy in this world too. This is His favour that He wants His bondsmen to be happy in this world which is a place of trial. And who are his bondsmen? Those with a firm belief and a character based on their firm belief.

This is indeed a great thing to convey the final word to people regarding Aakhira. O' my

Remain attached to the tree and hope to bloom

Translated Speech of
His Eminence Ameer Muhammad Akram Awan
Shaikh Silsilah Naqshbandiah Owaisiah
Dar-ul-Irfan
19-9-2009

"You shall see the ungodly fearful on account of what they had earned and it is sure to befall them. And those who believe and work righteous deeds will be in meadows of the gardens .Theirs will be whatsoever they desire with their Rabb. That is the supreme grace. That is the glad tidings Allah gives to his bondsmen who believe and work righteous deeds. Say you ,I ask of you no wage for that save affection in respect of kinship and whosoever does a good deed .We shall increase for him good in respect thereof. Verily Allah is Forgiving, Appreciative". Verse: 22,23 Shoora.

The central theme of these verses is that if one holds on to the prophet (SAW) he can expect to experience eternal spring. Allah's Deen, His Prophet and His Book are all blessings which acquaint a person with the magnanimity of Allah whereby he gets attached to his Rabb.

The universal system goes on at its pace. Human beings come, play their role and pass away. They are soon forgotten and so are their deeds .

Every action is based on the beliefs held by a person. If a person does wrong it is due to a weakness in his belief on Akhirah, while if he does good that too is because of his strong faith in Akhirah .Sometimes people do not have the right belief yet they do certain good deeds,for instance make hospitals,water wells and other welfare projects.It is a divine law that Allah does not waste even a nonbeliever's good deed and gives him the reward in this world .However since he does not believe in Akhirah he cannot get eternal reward.

He neither believed in what Allah's Prophet told him ,nor believed in his prophethood nor did he do the noble deed in Allah's obedience .He either did it for fame or to avert some calamity or sickness. Since he did it for worldly reason, he remains a nonbeliever. If he wants to believe in Akhirah he will have to believe in the Holy Prophet (SAW)that it is from him (SAW),that he will learn about Akhirah and will believe in Allah.

You shall see the ungodly, the disobedient lot shivering with terror by seeing their actions in personified form. People who do wrong (zulm)and then forget their deeds will have to see their wrong doings personified on the day of judgment .What is a wrong doing (Zulm)? In Arabic it means to place a thing where it does not belong. The greatest wrongdoing is polytheism , to ascribe, partners with Allah in His being and in His attributes. Every sin is a wrong doing(zulm).Every action done in defiance to Allah and His Prophet (SAW)will be "Zulm". Some actions are "sunnah", some are "mustahib" and some actions are "sunnan-e-aadia", such as disposition ,dress food etc. In the Prophet (SAW)era foods were different which are not available today .If someone tries to wear the dress as worn by the Prophet (SAW),or prepares food similar to what Prophet (SAW)ate shall be rewarded. Some actions are "mustahib" ,which if done are good and if not there is no harm. Some actions are "mubahat" which if done or not done are equal. Then there are the "nawahee" (forbidden) Some are minor matters, others are big. Whatever these are,all forms of disobedience are "Zulm" .Here people forget there wrong doings but when they will be presented before Allah

Something similar also happened to Hadhrat Ji[rua]. He had come for 'jest and test' but the condition of his heart changed by just one question! "I have come here with noble intention," he answered. Iradat denotes submission. Compare the past scholarly discussions, brimming self-confidence and argumentative tone of Hadhrat Ji[rua] with his present state of complete submission and obedience! He was told, "Maulvi Sahib, time and effort are required to learn a new language. This holds true even for the languages of the world, but the language you want to learn is the language of Barzakh (Area of waiting before the Day of Judgement, the next world), which is a different world and the language used here is not spoken, it is felt. Are you prepared to dedicate time and effort to learn this?" Is there any room for arguments in the world of submission! His condition had already changed; he presented himself without reservation.

The saints started the Zikr while Hadhrat Ji[rua] kept sitting there with his eyes open. When the Maraqbah (meditation) of Masjid-e Nabvi was reached he heard an exclamation, "The one who was awaited has finally arrived!" After Zikr, Hadhrat Ji[rua] asked the elderly person, "What did you say just now?" He didn't remember anything, so he expressed his ignorance. His reply was astonishing for Hadhrat Ji[rua]. Being a scholar himself, Hadhrat Ji[rua] realized that events taking place during meditation or Maraqbah belong to another world. A new chapter of spiritual knowledge was opening for Hadhrat Ji[rua]; and the accomplished scholar of external religious education started his first lesson, as a newcomer student, in the school of Tariqat. The 'school' was the School of Divine Love; and the first lesson was the lesson of Zikr of the Name of **Allah**[swt] called Ism-e Zaat (the Personal Name).

Zikr of the Personal Name of Allah[swt]

Ninety-nine Attributive Names of **Allah**[swt] are mentioned in the Quran and Hadith, *His are the Most Beautiful Names*. However, His Personal Name (Ism-e Zaat) is only one - '**Allah**'! In order to understand the background of the manner, in which the Personal Name of **Allah**[swt] was introduced, we will have to delve into the past. It is not possible to imagine the intensity of the Holy Prophet[saws]'s routines in the solitude of the Cave Hira. Only this much can be known that when his cup of longing and ecstasy was about to spill, the Rabb of the universe ordered the lifting of Veils, and the dweller of the Cave Hira received the first Message from the Exalted Divine Presence through His trusted Messenger Hadhrat Jibreel[as]: *Read in the name of thy Lord, Who Created*. (al-Alaq:1) With the beginning of the Words of introduction, whose medium was none other than the Holy Prophet[saws] himself, arrival of Hadhrat Jibreel[as] and this Revelation from **Allah**[swt], this fact became manifest that the Pearl of Hadhrat Khadijah Kubra[rha]'s eyes, the dweller of the Cave Hira and the Ameen (trustworthy) of the people of Mecca was in fact a Prophet of **Allah**; his Prophet-hood to encompasses all Time; the Leader of all Prophets and the Seal of Prophet-hood! *Read in the Name, the Name of thy Lord*! What a beautiful way of introduction! At that time in Arabia, even a small child was familiar with the word Rabb (Lord), but as of now, the Holy Prophet[saws] was assigned to be the sole medium of Recognition of **Allah**, the Name of the Rabb of the Holy Prophet[saws]. This was the first lesson of the Cave Hira - introduction of **Allah**[swt] through the Holy Prophet[saws]!

Read in the name of thy Lord...Soon another revelation followed: *And do Zikr of the Name of thy Lord and devote thyself to Him whole-heartedly*. (al-Muzammil:8). Keep on repeating His Name, say **Allah Allah,** so much that you attain complete absorption. This order was directed at the Holy Prophet[saws]. What would be the state of the Zikr and concentration of the Holy Prophet[saws] himself! Syeddah Ayeshah Siddiqah[rha] expressed this condition as: every moment of the Holy Prophet[saws]'s life was spent in Allah's Zikr, in other words in constant Zikr.

Oral Zikr or doing Zikr with the tongue is called 'Zikr-e Lisani' which lasts only for those moments, when the tongue is engaged in Allah's Zikr, but 'Constant Zikr' is an ongoing condition, which is achieved when the Name Allah settles into the depths of the Qalb (heart). The Qalb itself starts repeating this Name, and this remembrance becomes its permanent recitation. In such a condition, whether one is awake or asleep, working or talking, every heartbeat reverberates with Allah's Name - *Those who remember Allah, standing, sitting and lying on their sides*. (Aal-e Imran:191). It implies that no moment of life should pass without Allah's Zikr, and this condition cannot be achieved without Zikr-e Qalbi (Zikr by heart), and Zikr-e Qalbi is mentioned in the Quran as: *Verily in the Zikr of Allah do hearts find rest*. (ar-R'ad:28).

When did this important event take place in Hadhrat Ji[rua]'s life? It has been incorrectly stated in some writings that it took place in 1936 or 1937. However, during this period Hadhrat Ji[rua], who had been recently married, was residing in Chak 13 Khanewal with his wife and infant daughter Sughra. In 1939, his son Abdur Rauf was born. His wife passed away in 1942 and was laid to rest in the same village. It is not possible that Hadhrat Ji[rua] could have left his family alone in a far-flung village and come to stay at Langar Makhdoom for three years, which according to these statements should be the period between 1937 and 1940. To determine the correct period of this most important occurrence of Hadhrat Ji[rua]'s life, his recorded statement, which has been mentioned in the beginning of this chapter, is the decisive word. He had clearly stated that he had not entered the circle of Hadhrat Sahib, when his wife died. He had also mentioned four international events: Germany's attack on France in the Second World War, destruction of the Meezu Line, Britain's help to France and departure of thousands of Indians through General Conscription. Crossing of the Meezu Line and France's attack on Germany took place in the middle of 1942, while mass military movement out of India commenced in October 1941 and was completed by March 1942. Hadhrat Ji[rua] said, "It was then that ever so slowly, I went into Hadhrat Sahib's Presence." According to Hadhrat Ji[rua]'s own statement his initiation into Tasawwuf began in 1942.

When Hadhrat Ji[rua] reached Langar Makhdoom in search of the bulls, he met up with Makhdoom Sher Muhammad and, as expected, was given reassurances of help. However, time was needed for proper inquiry into the matter, and to while away the time Hadhrat Ji[rua] made his way to the village guest house (Chopal), which, during that time, was also a central gathering place for the local people. In the afternoons, people would come here for rest and for social discourse that sometimes also included discussions on religion. When he reached the Chopal, a very intricate matter of conversation with the dead and the life in Barzakh was being discussed. As Hadhrat Ji[rua], at the time, was not cognizant of this fact, and the balance of the discussion was in favour of those like him who did not believe in this phenomenon, he also joined the conversation. In one corner of the Chopal, an elderly person, seemingly oblivious to the conversation, was taking a rest. When the conversation went too far in denying the hearing by dead, he sat up, and everybody respectfully became quiet and attentive towards him. Very calmly he said, "You all claim that the dead cannot hear, how do I convince you people that they converse with me?" This astounded Hadhrat Ji[rua] and he asked, "Do they converse with you, Sir?" He replied, "Yes son, they converse with me." "Could you make them converse with me too," asked Hadhrat Ji[rua]. "Why not," he replied with great confidence. 'Can this saintly person make me converse with the dwellers of Barzakh? Is it really possible? It is difficult to believe this can happen!' But now the phenomenon had gone past verbal claims and was heading for a practical showdown.

Confidently, the saintly person got up and took Hadhrat Ji[rua] a little distance away from the village towards a thicket of trees. In front of the thicket, on a mound was a grave. On reaching it, he respectfully paid his Salaams to the person in the grave and instructed Hadhrat Ji[rua] to sit beside him, while he went into meditation. He was in a different state, while Hadhrat Ji[rua] was still in the same state of confusion, not believing that he would be able to talk with the saint in the grave. He would often quote this incident and say, 'I had gone only for testing and for fun. There was hardly any Aqeedat (conviction) and Iradat (noble intention) till that time.' Suddenly the pious person broke his silence and said, "Hadhrat (the person in the grave) wants to know if Maulvi Sahib (Hadhrat Ji[rua]) has come here for 'testing' or with a positive intention?" Curiosity and appraisal, that was the condition of his heart. But, here was a piercing question that demanded a straight answer. With what intentions had he come? If he had come in jest or for test, it was an exercise in futility, but if he had come with a Fakir's begging bowl it would be filled. The choice was with him; he would get exactly what he wanted!

The Ar-Rahman[swt] controls the strings of a man's heart between His two Fingers. Hadhrat Umar[rau] left his house in a state of Kufr armed with a sword, with the intention of killing the Prophet of Islam-saws, but when he heard the verses of the Holy Quran being read at his sister's house, the condition of his heart changed. He made his way into the august presence of the Holy Prophet[saws], never to leave it again. When he had left his house, his heart was dyed in Kufr, on his return it was glowing with Iman!

HAYAT-E TAYYEBAH
(A Life Pure and Noble)
Chapter 3
Sufi School

During the Second World War, the British decided to raise army units from the Indian subcontinent and started conscripting the local population. A landlord from Sargodha, Maulvi Muhammad Akbar decided to join up. He was an old school friend of Hadhrat Ji[rua]. However, when the time came to report for duty, Maulvi Sahib changed his mind and did not show up at the stated location. Warrants for his arrest were issued and in order to avoid arrest Maulvi Sahib decided to go and hide with Hadhrat Ji[rua] at his house in Chak No. 13 Khanewal. On reaching there he was told that Hadhrat Ji[rua]'s wife had recently passed away, and after her burial he had left for Chakrala with his young children. Maulvi Akbar then went to Chakrala to see Hadhrat Ji[rua], to offer his condolences. During their conversation Maulvi Sahib mentioned that while he was at Chak No.13, he had visited his wife's grave and had a 'vision of the grave' whereby he saw that the angels were teaching his wife the 28th Siparah (Chapter) of the Quran. Hadhrat Ji[rua] was taken aback, "Angels were teaching her the 28th Siparah?" he asked. Maulvi Sahib said, "Yes, that is what I saw in her grave, but I want you to corroborate it." Hadhrat Ji[rua] replied, "It is correct that she died while reading the 28th Siparah."

There is an audio cassette of Hadhrat Ji[rua] relating this incident which is preserved, and he goes on to say: "When a person dies while reading the Quran, if for example, he dies while he is on the 15th or the 16th Siparah and provided his sins are forgiven, thereafter the angels help him to complete the Quran. The condition being that his sins should have been forgiven." Hadhrat Ji[rua] had started teaching his wife to read the Quran and she was on the 28th Siparah when she died. This fact was known only to Hadhrat Ji[rua], so Maulvi Sahib's vision and the specific mention of the 28th Siparah were astonishing for him.

After relating this incident Hadhrat Ji[rua] further goes on to say, "At that time I had not entered the circle of Hadhrat Sahib (Hadhrat Allah Deen Madni[rua], his Shaikh), I did not know what the vision of a grave meant. Henceforth, my ideas changed and ever so slowly, I made my way into Hadhrat Sahib's presence". Hadhrat Ji[rua]'s statement that his ideas changed after his conversation with Maulvi Sahib and that he also wanted to achieve the station whereby he could also see visions of the grave, was in fact, an expression of submission, which is a compulsory pre-condition to embarking on a spiritual journey. In Hadhrat Ji[rua]'s case, he had been awarded two bags in his mother's dream. Having completed his outer worldly knowledge, it was now time for him to embark on his spiritual quest.

When in 1942, after the death of his wife, Hadhrat Ji[rua] established himself at the 'Chitti Masjid' to dispense lessons and also to concentrate on his research and religious inquiry; he kept in touch with various Ulama and scholars. He particularly mentioned the simplicity and scholarship of his teacher belonging to Chak No. 10 Sargodha, with whom he was most attached and whose son had also shared his student days. Hadhrat Ji[rua] would often go and spend time there, during which they would hold lengthy religious discourse. Once during his stay there, his teacher's bulls were stolen. The lands there belonged to the Makhdoom family who were famous for their charitable works, so it was decided to ask for their help, and as Hadhrat Ji[rua] had spent a considerable time there during his student days and knew the area well, it was decided to send him in search of the bulls.

Hadhrat Ji[rua]'s search for the bulls reminds us of Hadhrat Musa[as]'s quest for fire. "*I perceive a fire; I hope to bring you from there some information, or a burning firebrand, that ye may warm yourselves.*" (al-Qasas:29). He[as] was not to know then that his quest for fire would result in his being called to Prophet-hood and his subsequent conversation with **Allah**[swt]. In the same way Hadhrat Ji[rua]'s search for the bulls was his first step on the Path of Sulook, whose final destination is Union with **Allah**[swt]. Outwardly, a simple matter, it turned out to be the most important event of his life. His steps towards Langar Makhdoom opened a new chapter, which not only saturated his life with the light of Divine Union but also became the preface of guiding the destinies of millions of **Allah**'s slaves to whom this treasure was to be dispersed through him or through his chosen students.

Monthly April 2010

Al-Murshid

قد أفلح من تزكى وذكر اسم ربه فصلى

He indeed has attained bliss who has cleansed himself. And who remembers the name of his Rabb. And then prays.

اَكْثِرُوْا ذِكْرَاللّٰهِ حَتّٰى يَقُوْلُوْا مَجْنُوْنٌ

Practise Zikr so excessively that people may regard you as a maniac

الله
رسول
محمد

Difference between belief and disbelief originates from the conferment of prophet hood.

Ameer Muhammad Akram Awan

MONTHLY AL-MURSHID PS/CPL # 15
17-AWASIA SOCIETY-COLLEGE ROAD, TOWN SHIP LAHORE